۶۹واں باب

اٹھارہ برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

سُوْرَۃُ الْاَنْبِيَآء

۳۰۶ کش مکش کے دوران دونوں محاذوں کی صورتِ حال

۳۰۸ محمد ﷺ نہ جادوگر ہیں اور نہ ہی فوق البشر کوئی مخلوق

۳۱۱ دعوت توحید و عقیدۂ آخرت پر شکوک اور اعتراضات

۳۱۴ نبی ﷺ کے لیے مشرکین کی بددعاؤں اور کوسنوں کا جواب

۳۱۶ مخالفین کی چالوں پر زجر و توبیخ اور برے نتائج کی دھمکی

۳۲۰ انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کے اہم واقعات

۱-۲	۳۲۰	موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام
۳	۳۲۱	ابراہیم علیہ السلام
۵،۴،۶	۳۲۳	لوط علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام
۷	۳۲۴	آدمِ ثانی، نوح علیہ السلام
۸،۹	۳۲۴	داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام
۱۰	۳۲۵	ایوب علیہ السلام
۱۱،۱۲،۱۳	۳۲۶	اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام
۱۴	۳۲۷	ذوالنّون [مچھلی والے] یونس علیہ السلام
۱۵،۱۶	۳۲۷	زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام
۱۷-۱۸	۳۲۸	مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام

۳۲۹ سارے نبیوں کے ماننے والے ایک ہیں- إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً

۳۳۰ خطاب کا رخ قریش کی جانب

۳۳۱ اللہ کا نبی زحمت اور مصیبت نہیں بلکہ رحمت بن کر آیا ہے

۶۹ واں باب

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء : اٹھارہ برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

نبی ﷺ اور سرداران قریش کے درمیان کشمکش کے محاذ کی صورتِ حال

پچھلی مرتبہ جبریل امینؑ سورۃ القصص لے کر آئے تھے، اب حالات میں ایک تبدیلی آئی ہے۔ مخالفین کی ساری توجہ بنو عبدالمطّلب کے مقاطعہ پر لگی ہے، اب اُن کی دشمنی کا اصل نشانہ وہ تمام اہلِ ایمان نہیں ہیں جو سارے قبائل میں پھیلے ہوئے ہیں، اب دشمنی کا اصل نشانہ ابو طالب اور اُن کے رشتے دار خاندان ہیں۔ حق و باطل کی اس جنگ میں قریش کی پالیسی میں ایک بنیادی تبدیلی یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ اور اُن کے ہم نواؤں کے مقابلے میں آپؐ کے پشت پناہ قبیلے کے پیچھے لگے ہیں، یہ قبائلی نظام میں ایک زبردست چال تھی جس میں نبی ﷺ کے محافظ قبیلے کی حیثیت کو چیلنج کیا گیا تھا، نہ کہ ایمان اور اہلِ ایمان کو، اگر ابو طالب مقاطعہ کے نقصان سے بچنے کے لیے اپنے بھتیجے کی پشت پناہی سے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں تو بھی اُن کی شکست ہے، ساری عزت و مقام خاک میں ملنے کو ہے کہ وہی قبیلہ عزت و شرف کا حامل ہوتا ہے جو اپنے ایک ایک فرد کے جان و مال کی حفاظت کر سکتا ہو، یہاں کسی حق و ناحق کا سوال نہیں تھا، سوال قبیلے کی عزت کا تھا، قبیلے کی عزت کھو کر اور مقاطعہ سے بچ کر بنو ہاشم کو کیا مل سکتا تھا؟ ایک قبیلہ اپنی ناک کٹوا کر بیت اللہ کی کسی ذمہ داری کو بھی نہیں اُٹھا سکتا تھا سقایہ کی ذمہ داری بھی ان سے واپس لی جا سکتی تھی اور طویل عرصے پشت پناہی پر یہ لعن و طعن بھی ہو سکتا تھا کہ جب شرافت سے مطالبہ کیا تو بات نہ مانی جب ذرا سی سختی کی [مقاطعہ کیا] تو بات مان لی، برتری حاصل کرنے کے لیے کئی دہائیوں سے بنو مخزوم اور بنو امیہ دونوں مل کر بھی اور تنہا تنہا بنو ہاشم پر جو دباؤ ڈال رہے تھے اُس میں وہ کامیاب ہو جاتے۔ کسی بھی قبیلے کے لیے مقاطعہ کا سامنا کر کے گھٹنے ٹیک دینا تو بڑی بے عزتی اور ناک کٹوا دینے کی بات تھی، یہ روّیہ صحرا میں بسنے والے قریش کی سخت جانی کے بالکل برخلاف تھا۔

نبی ﷺ کو حاصل سردارِ قبیلہ کی پشت پناہی بہت بڑی چیز تھی اور اس کی وجہ سے بڑی عافیت حاصل تھی، لیکن قبیلے کی پشت پناہی سب کچھ نہ تھی۔ رسولوں کو؛ وہ نوح علیہ السلام ہوں، ابراہیم علیہ السلام ہوں یا لوط علیہ السلام ہوں

یا ھود علیہ السلام ہوں یا مسیح علیہ السلام ابن مریمؑ، سب کی پشت پناہی اور حفاظت کی ذمہ داری اور گارنٹی اُس اللہ ہی کی جانب سے ہوتی ہے جو اُن کو رسول بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی گردن پر تو ایک قبطی کا خون بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ میں فرعون کا سامنا کیسے کروں گا؟ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے اور مصر کی حکومت اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکی، اسی طرح دیگر تمام رسولوں کا معاملہ ہے۔ ابو لھب کے سردارِ قبیلہ بن جانے سے اور اُس کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلے کی حفاظت سے خارج کر دینے کے اعلان سے دعوت کا کام نہیں رُکا، حرم میں آپؐ کا طواف اور تلاوت نہیں رُکی! بلکہ آپؐ نے اور زیادہ جوش و سرگرمی اور قوت سے عام دنوں میں بھی اور خصوصاً حج کے ایام میں مکہ سے باہر کے قبائل کو اپنی دعوت کا مرکز بنا لیا۔[197] مخالفین کی ساری توجہ بنو عبدالمطّلب کے مقاطعہ پر لگی ہے، اب اُن کی دشمنی کا اصل نشانہ وہ تمام اہلِ ایمان نہیں ہیں جو سارے قبائل میں پھیلے ہوئے ہیں، بلکہ ابو طالب اور اُن کے رشتے دار خاندان ہیں۔ اُن کی اسٹریٹیجی یہ ہے کہ کسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قابو کیا جائے اور **نعوذُ باللہ** ٹھکانے لگا یا جائے۔ باقی قبائل کے سارے نوجوان خود مرتد ہو جائیں گے، یہ اُن کی شدید غلط فہمی تھی، قطعی طور پر غلط جنگی چال تھی ہر گزرتے دن کے ساتھ اہلِ ایمان عددی اعتبار سے بھی اور اخلاقی اعتبار سے بھی بہتر ہوتے چلے گئے۔ خصوصاً نماز و صبر کے خوگر ہوئے اور مستقل نازل ہونے والے قرآن نے اُن کے اذہان کو روشن کر دیا۔ تقوے کی آبیاری ہوئی، شرک کے خلاف دلائل جمع ہوئے، صبر اور ایثار کا بے پناہ وہ جذبہ پیدا ہوا جو آنے والے دنوں میں اونٹوں کو چرانے والوں کو جہاں بانی کرنا سکھا گیا۔ اس دوران قرآن کمیت کے اعتبار سے اگرچہ کم نازل ہوا مگر بڑا برسرِ موقع، حالات کے لحاظ سے

---

۱۹۷ مخالف کیمپ کی پالیسی تبدیل ہونے کے نتیجے میں مقاطعہ کے آغاز کے ساتھ ہی مکہ میں بسنے والے مسلمانوں کو ایک آسانی [relief] جو میسّر آئی، اس کا نتیجہ آنے والے برسوں میں جاری رہا یہاں تک کہ مقاطعہ خود آگے بڑھ کر قطع کر دیا گیا۔ ایمان لانے والوں نے پہلے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان قبول کر کے جاہلیت کے دین سے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا، اُن کو کون بنو عبدالمطّلب کے مقاطعہ پر مجبور کر سکتا تھا۔ کون اُن کو علی الاعلان تلاوت و تبلیغ سے اور کعبے کے صحن میں نماز پڑھنے اور محفلیں جمانے سے روک سکتا تھا۔ اس آسانی ہی کا نتیجہ تھا کہ تمام اہلِ ایمان نے پوری آزادی کے ساتھ علی الاعلان مدینے کی جانب ہجرت کی جب سارے قبیلوں نے مل کر اللہ کے رسول کو قتل کرنا چاہا تو وہ پوری شانِ بے خوفی اور بے نیازی سے اُن کے سروں پر مٹی پھینک کر اُن کے درمیان سے اللہ کی پناہ میں نکل گئے اور سردارانِ قریش سو سرخ اونٹوں کے لالچ دے کر بھی اُسے بازیافت نہ کرا سکے۔

بہت ہی موزوں۔ کانوں سے روئی کے پھائے نکل چکے تھے۔ اُنھیں سنانے کے لیے، اُن پر اتمامِ حجت کے لیے اور رہتی دنیا تک کلمہ گو انسانوں کی نسلوں کو شرک سے محفوظ رکھنے کے لیے دلائل کا ایک انبار لگایا گیا۔ اہلِ ایمان کو حتمی طور پر یقین دلایا گیا کہ یہ مشرکین ہر گز غالب نہ آسکیں گے، غلبہ صرف اور صرف اِنھی اہلِ ایمان کو ملے گا۔

مقاطعہ سرے سے نبی ﷺ کی دعوت و تبلیغ میں کوئی رکاوٹ نہ بن سکا تھا اس لیے اس کا سرے سے کوئی تذکرہ ہی نہیں آیا۔ آیئے! ماحول کے اس تناظر میں مقاطعہ کے دوران نازل ہونے والی پہلی سورت، سورۃ، الانبیاء کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھیں کہ یہ کس طرح اہلِ ایمان کو اور مخالفین کو مخاطب کرتی ہے۔

۷۷: سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء [۲۱ — ۱۷: اقترب للناس]

نفس پرستی کی آزادی اور اپنی قیادت و چودھراہٹ کو بچانے کے لیے سردارانِ قریش کا مشرکانہ جاہلیت پر اصرار اور توحید کے خلاف جاہلانہ تعصب، رسول اللہ ﷺ اور اُن کے درمیان جھگڑے کی اصل وجہ تھی۔ مقاطعہ شروع ہونے کے بعد اہلِ مکہ کی اصلاح کے لیے آنے والی یہ پہلی سورۃ ہے جس میں شرک کے خلاف اور توحید کے حق میں جامع، وزنی اور دل نشین دلائل دیے گئے ہیں۔ اس سورۃ میں نبی ﷺ پر اور قرآن پر مختلف اور متضاد اعتراضات کرنے کی روش پر عمدہ طریقے سے گرفت کی گئی ہے۔

محمد ﷺ نہ جادوگر ہیں اور نہ ہی فوق البشر کوئی مخلوق

سردارانِ قریش کا کہنا یہ تھا کہ یہ شخص [محمد ﷺ] بہر حال نبی تو ہو نہیں سکتا، کیوں کہ ہم ہی جیسا انسان ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، بیوی بچے رکھتا ہے۔ آخر اللہ نے اسے نبی کیوں بنایا، البتہ اس کے پاس ایک جادو ہے کہ جو بھی اس کی بات کان لگا کر سنتا ہے وہ اس کے جال میں پھنس جاتا ہے تو کیا ہم اس کے جادو کے پھندے میں پھنس جائیں؟

اب ذرا اُن حالات کو پیشِ نظر رکھیں جو اس باب کے آغاز میں بیان کیے گئے ہیں۔ غور فرمائیں، نبی ﷺ کو سکون کا ایک موقع ملا ہے کہ اپنی بات شہر والوں تک پہنچائیں، وہ بھی آپ سے تعرض کے موڈ میں نہیں ہیں، اُن کی [منکرین کی] نگاہیں اس مقاطعہ کو سخت رکھنے اور نتائج کو دیکھنے پر ہیں، اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر پہلی بات تو یہی کہی جا رہی ہے کہ ارے نادانو! یہ قرآن بے پرواہی سے سننے کا نہیں، تمھاری اعلانیاں باتیں اور چپکے چپکے سرگوشیاں سب اللہ کے عِلم میں ہیں۔ تمھارا یہ تعجب کہ اللہ نے تمھارے جیسے انسان کو جو بازاروں

میں چلتا پھرتا ہے اور ازدواجی تعلقات قائم کرتا ہے کیوں کر نبی بنا دیا بالکل غلط ہے۔اِس قرآن کو غور سے سنو ، یہ جال نہیں کہ جس میں پھنسے جاتے ہو والا معاملہ ہو یا پھنس جانے کا خطرہ ہو، یہ تو قرآن کی آیات ہیں جو تمھاری ہدایت و رہ نمائی کے لیے آئی ہیں، اس بات میں جو پیغام پوشیدہ ہے وہ اتنا ہے کہ اپنی خوش بختی [تنزیل قرآن] کو نادانو بد بختی میں تبدیل نہ کرو!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اے محمدؐ! یہ انکاری لوگ باتیں ہی بنائے جا رہے ہیں، کیا انھیں اندازہ نہیں کہ اِن کی باتوں اور حرکتوں کی خبر لینے کا وقت قریب آ گیا ہے اور یہ ہیں کہ انجام سے بے خبر، ہدایت سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے رب کی طرف سے جو بھی قرآن کی آیات ان کے لیے آتی ہیں اُن کو یہ بے پرواہی سے سُنتے ہیں اور ہماری ہدایت کو کھیل تماشا بنایا ہوا ہے۔ کچھ اور ہی دل چسپیوں میں اِن کے دل لگے ہیں، افسوس اِن پر! یہ ظالم لوگ تمھارے لیے آپس میں چپکے چپکے کہتے ہیں کہ یہ آدمی تو آخر تمھارے جیسا ایک انسان ہی تو ہے، پھر کیا تم دیکھتے بھالتے ہوئے بھی اس کے جادُو کے جال میں پھنس جاؤ گے؟ رسُول اللہؐ نے اُن کی اِن سرگوشیوں اور باتوں کے جواب میں اس کے سوا کچھ نہ کہا کہ میرا رب آسمان اور زمین میں کی جانے والی تمام سرگوشیوں اور باتوں سے خوب واقف ہے وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔....

.... مفہوم آیات ۱تا۴

آپؐ کے انکاری تو کہتے ہیں کہ نبوت کے یہ دعوے اور وحی کی باتیں اور فرشتے کی آمد وغیرہ تو تمھارے اُلٹے پلٹے خواب ہیں، اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ اِس نے ساری باتیں دل سے گھڑی ہیں اور کبھی اس قرآن کو شاعری بتاتے ہیں۔ باتیں اِن کی ایسی کہ گویا ماننے کو تیار بیٹھے ہیں کہتے ہیں کہ ہماری باتیں اگر غلط ہیں تو یہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا ایسی نشانی لائے جس طرح کی نشانیوں کے ساتھ سابقہ انبیاء بھیجے گئے تھے۔ حالاں کہ ان کی مانند، اِن سے پہلے کسی بھی بستی کو جسے ہم نے ہلاک کیا، نشانیاں دیکھ کر ایمان نہ لائی، نشانیاں دیکھ کر یہ کیوں کر ایمان لائیں گے! .... مفہوم آیات ۵تا۶

اگلی آیات میں نبی ﷺ کے ایک انسان ہونے پر اعتراضات کو دلائل سے رد کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت کے مخالفین کی یہ ایک بڑی غلط فہمی تھی کہ اُن جیسا انسان یا بشر کبھی رسول نہیں ہو سکتا، اور اُن کا کہنا تھا کہ چوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ انسان ہے لہٰذا وہ محمد [ﷺ] بن عبد اللہ کو رسول ماننے ہی سے انکاری تھے۔

یہ کیسی تکلیف دہ بات ہے کہ آج بھی بہت سارے نادان کلمہ گو لوگ ہی نہیں اُن کے علماء تک یہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ آمنہ کے لعل اللہ کے رسول ہیں تو یقیناً وہ انسان نہیں ہوں گے۔ اُن کے اس وہم کے پیچھے یہی غلط خیال کار فرما ہے کہ رسول بشر نہیں ہوتا۔

اور اے محمدؐ، تم سے پہلے جس کو بھی ہم نے اپنا پیغام بر[رسول] بنا کر بھیجا ،وہ ایک انسان[بشر] ہی تھا جس کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔ اگر تم لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے تو اہلِ کتاب[یہود و نصاریٰ] ہی سے پوچھ لو۔ ہم نے اُن رسُولوں میں سے کسی کو ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ جسے کھانے کی ضرورت نہ ہو اور نہ ہی کوئی ہمیشہ زندہ رہنے والا تھا[کہ اُسے کبھی موت نہ آئے]۔ رسولوں کی تاریخ پر نظر ڈالو کہ ہم نے اُن کے ساتھ [اُن کی نجات اور منکرین کی ہلاکت کے] اپنے وعدے پُورے کیے،اور جن کو چاہا[رسولوں اور ایمان لانے والوں کو] نجات دی اور حد سے گزر جانے والوں[تمھاری طرح کی باتیں بنانے والے منکرین] کو ہلاک کر دیا۔ اے لوگو! ہم نے سابقہ رسولوں کی قوموں کی مانند تمھاری طرف بھی ایک ایسی کتاب[قرآن] بھیجی ہے جس میں تمھارے لیے نصیحت ہے، تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ ..... مفہوم آیات ۶تا۱۰

رسول کی بشریت پر اعتراضات کو رفع کرنے کے بعد اب منکرین کو اللہ کی اُس سخت پکڑ سے ڈرایا جارہا ہے جس سے رسولوں کی اور وحی کی انکاری شرک کی ماری تمام قومیں دوچار رہی ہیں۔

کتنی ہی اللہ سے برگشتہ شرک کی ماری بستیاں تھیں جن کو اللہ نے نیست و نابود کر دیا اور پھر اُن کی جگہ دوسرے لوگوں کو بسا دیا۔ جب اُن[برگشتہ شرک کی ماری بستیوں کے باسیوں] کو ہمارے عذاب کی آہٹ ہوئی تو لگے وہاں سے بھاگنے۔ ہم نے کہا بھاگو نہیں، لَوٹو اپنی شان دار رہایش گاہوں اور عیش کے سامانوں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے ہائے ہماری بد نصیبی، بے شک ہم اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے ثابت ہوگئے، وہ یہی واویلا کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اُن کا بھُس نکال دیا، اور شاداب زندگی راکھ کا ڈھیر ہوگئی! .... مفہوم آیات ۱۱تا۱۵

اب اگلی آیات میں اس بات کو یاد دلایا جارہا ہے کہ یہ کائنات، نظام ہائے شمسی، رات دن کا آنا جانا، موسموں کا تبدیل ہونا، ہواؤں کا چلنا، پودوں کا اُگنا، تمھاری تخلیق اور تمھارے لیے اس زمین میں خوراک کے ساتھ تمام ضروریات، یہ آسمان، یہ پہاڑ اور اسی طرح ساری چیزیں کھیل تماشے کے لیے اللہ نے نہیں پیدا کی ہیں۔

کوئی اور نہیں خود کائنات کا بنانے والا انسانوں کو متوجہ کر رہا ہے کہ جو کچھ بھی آنکھیں دیکھتی ہیں، یہ سارا نظام ایک بڑے پیدا کرنے والے خالق نے حق و باطل کی کشمکش کے لیے پیدا کیا ہے، باطل کا برباد ہونا مقدر ہے، بولو تمھارا وزن کس جانب ہوگا اہلِ حق کے ساتھ یا باطل کے ساتھ؟

ہم نے اِس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ بھی اِن کے درمیان[یعنی اس کائنات میں] ہے کھیل تماشے کی چیز نہیں بنایا ہے۔ اگر ہم کوئی دل لگی ہی چاہتے تو اپنے ہی پاس کچھ خاص اہتمام کر لیتے۔ مگر یہ تخلیقِ کائنات تو حق و باطل کی کشمکش کا مقصد

لیے ہوئے ہے، ہم تو دینِ حق کی نظامِ باطل پر ایسی زوردار چوٹ لگاتے ہیں جو اُس کا بھیجا نکال دیتی ہے اور نظامِ باطل تو نابود ہو کے رہے گا۔ دینِ حق کے مقابلے میں اِن فضول باتوں کی وجہ سے جو تم بناتے ہو تمھارے لیے بربادی مقدر ہے۔

.... مفہوم آیات ۱۶ تا ۱۸

دعوت توحید و عقیدۂ آخرت پر شکوک اور اعتراضات

اہلِ مکہ فرشتوں کو پوجتے تھے، اُن کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ یہ اللہ کی بیٹیاں اُن کے بگڑے کام بناتی ہیں اور اللہ کے یہاں ان کی سفارشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ اُن کے اِن باطل خیالات کا رد فرماتے ہیں۔ آج کے دور میں بھی جہالت کے مارے لوگ جب پیشہ ور دین فروشوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ جو تعویذ لکھ کر دیتے ہیں، اُن میں سے اکثر میں فرشتوں کے نام لکھے ہوتے ہیں، اِن کی جہالت اور مشرکین مکہ میں کیسی زبردست مماثلت ہے!

زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہیں اللہ ہی کے ہیں۔ اور ملائکہ جو اُس کے پاس ہیں وہ نہ کسی بڑائی کے زعم میں بندگی سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ ہی عبادت سے تھکتے ہیں۔ دن رات اُس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، دم نہیں لیتے۔.........

.... مفہوم آیات ۱۹ تا ۲۰

مشرکین مکہ کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ بلاشبہ آسمانوں کی حکومت تو اللہ کے پاس ہے مگر زمین کا نظام اور زمین پر بسنے والے انسانوں کے معاملات کی دیکھ بھال کی ذمے دار کچھ دوسری ہستیاں ہیں[۱۹۸]، اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کے اِن باطل خیالات کی تردید فرما رہے ہیں کہ پوری کائنات میں، زمین و آسمان میں جس طرح کی ہم آہنگی ہے، اُس کا تقاضا ہے کہ ایک ہی مالک و منتظم ہو۔ اگر ایک ہی ہستی زمین اور آسمان کی مالک و مختار نہ ہوتی تو فساد مچ جاتا، آسمان والا بارش برسانا چاہتا اور زمین والا خشک سالی کے درپے ہوتا، آسمان والا ایک ہزار سال کی رات چاہتا اور زمین والا ۲۴ گھنٹے کا دن رات کا دورانیہ چاہتا، زمین والا سرد موسم کا حکم دیتا اور آسمان والا سورج کو آگ برسانے کا۔ یہ ساری صورتیں زمین اور آسمان کا نظام درہم برہم کر دیتیں۔ اس کے مقابلے

---

۱۹۸ آج کے دور میں بھی ہندوؤں اور بدھ مت والوں ہی کے یہاں نہیں سارے انسانوں اور سارے مذاہب کے درمیان روحانی گروہ کے لوگوں میں یہ خیالات عام ہیں کہ آسمان کا نظام تو اللہ چلا رہا ہے مگر زمین کا نظام کچھ دوسری ہستیوں کے سپرد ہے، کچھ اللہ والے ہیں، کچھ پہنچے ہوئے قطب اور ابدال ہیں، اُن کے سپرد ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون!

میں کائنات کی ہم آہنگی یہ بتا رہی ہے کہ زمین و آسمان کا ایک ہی معبود ہے، ایک ہی الٰہ ہے جو مختارِ کل ہے، اپنی کار گزاریوں کے لیے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور باقی سارے انسان اور کائنات کی ساری طاقتیں اُس کے سامنے جواب دہ ہیں۔

کیا اِن مشرکین نے زمین کے لیے الگ خدا ٹھہرا لیے ہیں کہ جو بے جان زمین کو جان بخش کر شاداب کر دیتے ہوں؟ اگر اِن دونوں [آسمان و زمین] کے اندر ایک اللہ کے سوا دوسرے اِلٰہ ہوتے تو زمین اور آسمان، دونوں ہی کے نظاموں میں فساد مچ جاتا، پس اللہ، عرش کا مالک پاک ہے اُن شرکیہ باتوں سے جو یہ لوگ اللہ کے بارے بناتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کے لیے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے جب کہ سب لوگ اپنے اعمال کے لیے اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ مفہوم آیات ۲۱تا۲۳

کیسی عجیب بات ہے کہ لوگوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لیے ہیں!! اے محمدؐ، ان سے کہیے کہ اپنی اس بات کی آسمانی کتابوں سے دلیل دیں، یہ نصیحت [قرآن] ہے میرے دور کے لوگوں کے لیے اور مجھ سے پہلے لوگوں کے لیے جو کتابیں تھیں، وہ بھی موجود ہیں، مگر یہ باتیں بنانے والے اکثر لوگ حق سے بے خبر ہیں، یہ وجہ ہے اِن کی حق سے اعراض کی۔ ہم نے تم سے پہلے جتنے رسُول بھی بھیجے، ان کو یہی ہدایت [وحی کے ذریعے] کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، پس تم لوگ میری ہی عبادت بجالاؤ۔ .... مفہوم آیات ۲۴تا۲۵

زمین پر زندگی کا آغاز جہالت سے نہیں ہوا، زمین پر پہلا قدم رکھنے والے آدم علیہ السلام پہلے انسان ہی نہیں اللہ کے نبی بھی تھے۔ انسانیت کا آغاز تاریکی اور شرک سے نہیں بلکہ اللہ پر یقین رکھنے والے انسان سے ہوا جو جنت کا مکین رہ چکا تھا۔ آہستہ آہستہ ابلیس لعین، اولادِ آدم کو اللہ سے برگشتہ کرتا رہا۔ ہر دور میں، ہر زمانے میں اور ساری اقوام میں لوگوں کو یہ جھوٹے یقین دلاتا رہا ہے کہ کچھ ہستیوں کی نذر، نیاز گزارنے اور اُن کو برگزیدہ تسلیم کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف دنیا کی بگڑی بنا دیں گی بلکہ آخرت میں بھی شفاعت کریں گی اور سارے گناہ بخشوا دیں گی، جنت میں اُس وقت تک نہ گھسیں گی جب تک سارے ماننے والے نہ بخشوا لیں، اللہ کے اتنے محبوب اور اللہ پر اُن کا اتنا زور ہے کہ جس کو چاہیں، گناہ گار سے گناہ گار کو بخشوا لیں گی۔

یہی خیالات اور جھوٹی آرزوئیں مکہ میں آباد بنو اسمٰعیل کی بھی تھیں، اگلی آیات میں اللہ کی مقرب ہستیوں کی حقیقی پوزیشن اور بے قید شفاعت کے عقیدے کی تردید کے ساتھ یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ ہستیاں تو کسی کی اُس وقت تک شفاعت نہ کر سکیں گی جب تک اللہ خود اُن کے اکرام کے لیے کسی کی شفاعت کا اذن نہ دے۔ رہا یہ خیال و عقیدہ کہ یہ ہستیاں خدائی اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کے منصب پر فائز ہیں تو اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں کہ ہم اِن سے دریافت کریں گے کہ کیا تم نے ایسا کوئی دعویٰ کیا تھا؟ اور بالفرضِ محال [صرف سمجھانے کے لیے بتایا جارہا ہے] کوئی ایسا کرنے والا ہو تو باوجود اُس کی ساری بڑائی کے اُسے ہم جہنم رسید کر دیں گے۔ یعنی کسی اللہ کے نیک بندے نے اس طرح کے دعوے نہیں کیے، ہاں البتہ شیطان کے اور نفس کے بندے بے شمار ہیں جنھوں نے خدائی کے دعوے کیے اور تاریخ کے ہر دور میں لوگ اُن کو پوجتے رہے، تو یہ سارے لوگ اور اِن کے معبود/لیڈرانِ گرامی سب ہی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

> یہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کی اولاد ہے............وہ اس تہمت سے پاک ہے [سُبحان اللہ]، لوگ جن اللہ کے بندوں کو اُس کی اولاد قرار دیتے ہیں وہ تو اللہ کے مقرب غلام ہیں جنھیں عزت دی گئی ہے۔ وہ اُس کی جناب میں بولنے میں پہل تک نہیں کرتے اور بس اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں، اُن کے سامنے جو کچھ ہے اللہ اُسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے پوشیدہ ہے، اللہ اُس سے بھی باخبر ہے۔ وہ کسی کی شفاعت نہیں کریں گے، سوائے اُن لوگوں کے لیے کہ جن کے حق میں اللہ کچھ سُننا پسند فرمائے۔ اور وہ اُس کے خوف سے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔ اور [بالفرضِ محال اگر] اُن میں سے کوئی کہہ دے کہ اللہ کے سوا، میں بھی معبود ہوں، تو اُس کو ہم جہنّم کی سزا دیں گے، ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔ ..... مفہوم آیات ۲۶تا۲۹

توحیدِ خالص کے اس بیان کے بعد اب اللہ تعالیٰ کا روئے سخن براہِ راست منکرین کی طرف مڑ جاتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز سے ظاہر ہونے والی خالق کی قدرت کی نشانیاں دیکھو اور ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔ روح الامین ؑ کو یہ آیات نبی ﷺ کے سینے پر لائے ہوئے کم وبیش ڈیڑھ ہزار سال ہونے کو آئے ہیں، مگر یہ آج بھی اپنے استدلال میں انسانوں کے سامنے ویسی ہی تروتازہ ہیں جیسی یہ سن ۸ نبوی میں عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور ولید بن مغیرہ کے سامنے تھیں۔ کہاں گئے وہ صداقت کی گواہی دینے والے توحید کی امانت کے امین، جنھوں نے یہ صدا سنی تھی اور لبیک کہا تھا، آج کا دور پھر اپنے صدیق ؓ، بلال ؓ، خباب ؓ و یاسر ؓ کی تلاش میں ہے! ابو جہلوں کے مجمعوں میں کوئی احد احد پکارنے والا نہیں ملتا!!

> جو لوگ ہمارے رسول کی تکذیب کر رہے ہیں، کیا غور نہیں کرتے کہ پانی برسانے کے لیے آسمان اور نباتات اگانے کے لیے زمین، دونوں ہی رُکے ہوتے ہیں پھر ہم اِن کو یکایک کھول دیتے ہیں [۱۹۹]، اور ہم نے پانی ہی سے ہر چیز کو زندگی بخشی

---

۱۹۹ پھر ہم اِن کو یکایک کھول دیتے ہیں تو ابرِ باراں برسنا شروع ہو جاتا ہے اور زمین نوع بہ نوع نباتات سے لہلہا اُٹھتی ہے۔ ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے جسے ابن کثیرؒ اور سیّد مودودیؒ نے بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ تخلیقِ کائنات کے وقت زمین اور آسمان باہم ملے ہوئے تھے، پھر اللہ نے انھیں جدا کیا، سات آسمان اور سات زمینیں پیدا کیں۔

ہے۔ کیا ہماری تخلیق کے کرشموں کی شہادت اِن لوگوں کو ایمان پر مائل نہیں کرتی؟ اور ہم نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے تاکہ وہ انھیں لے کر لڑھک نہ جائے، اور ان پہاڑوں میں کشادہ راہوں والے درّے بنا دیے، تاکہ لوگوں کو راہ ملے۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا، ہماری اِن سب نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود یہ لوگ اِن نشانیوں سے عیاں اِن کے خالق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن، سُورج اور چاند بنائے، ہر ایک اپنے اپنے مدار [فلک] میں محوِ گردش ہے۔ .... مفہوم آیات ۳۰ تا ۳۳

نبی ﷺ کے لیے مشرکین کی بددعاؤں اور کوسنوں کا جواب

اللہ تبارک و تعالیٰ کا روئے سخن جب اِن منکرین کی طرف مڑا اور اُنھیں توحید کی نشانیوں کی طرف متوجہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اِن کی ایک اور ناروا ادا کو بھی ہدفِ ملامت بنانا مناسب جانا، وہ یہ کہ دلیل کے جواب میں منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی، قبائلی نظامِ زندگی کا تانا بانا ایسا تھا کہ آپؐ کو نعوذ باللہ ٹھکانے بھی نہیں لگایا جا سکتا تھا، مقاطعہ تو کر لیا تھا اور دعائیں مانگتے تھے کہ یہ لوگ بھوک سے اور بیماریوں سے مر جائیں، ہم قتل کے مجرم نہ بنیں۔ سرداروں کو اپنی سرداری کا اور کعبے کے منصب داروں کو اپنے مناصب کا جو اُن کی معاش اور عزت کا ذریعہ تھے اور مال داروں کو اپنے اموال کے بٹ جانے کا خطرہ تھا، سب ہی جھولیاں پھیلا پھیلا کر اور بلک بلک کر نبی ﷺ کو بددُعائیں دے رہے تھے اور وہ لوگ بھی جن کے نوجوان بیٹے یا بیٹیاں یا بہن یا بھائی ایمان قبول کر کے مکہ چھوڑ کر حبشہ کی جانب چلے گئے تھے، سب ہی اُن کی جدائی کے غم میں نبی ﷺ کے مرنے کی دعائیں مانگ رہے تھے (نعوذ باللہ)، اس تناظر میں دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس انداز سے منکرین کو خطاب کیا ہے۔

آوازۂ حق سے دشمنی اور عداوت میں تمھاری [نبی ﷺ کی] موت کے لیے اِن [منکرین] کی آرزوئیں اور کوسنے کیسے عجیب ہیں، اے محمدؐ، ہمیشہ کی زندگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کو نہیں دی[۲۰۰]۔ اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے

---

۲۰۰ قرآن یہاں نبی ﷺ کو مخاطب کر کے بالکل وضاحت سے یہ بیان کر رہا ہے کہ اللہ نے اس دنیا میں کسی بھی انسان کو، خواہ وہ نبی ہو یا ولی، ہمیشگی کی حیات عطا نہیں کی۔ حیّ و قیوم ذات صرف ایک اللہ کی ہے، شرک کے خوگر اذہان، اللہ کے مقابلے میں دوسرے انسانوں، خاص طور پر اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ہمیشگی کی حیات کے لیے مختلف تاویلوں سے قائل ہو جاتے ہیں، جب اُنھیں اُن کی قبروں میں منوں مٹی کے نیچے زندہ مان لیتے ہیں تو پھر اُن کی سماعت کا عقیدہ آسان ہو جاتا ہے اور پھر ایک اللہ کو چھوڑ کر حاجت روائی، دست گیری اور مشکل کشائی کے لیے مزاروں میں مدفون نئے خدا مل جاتے ہیں۔

اوپر آیتِ مبارکہ میں کیسی مختصر بات ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سرداران مشرکین کی اُن دھمکیوں، بددعاؤں اور قتل کی سازشوں کے جواب میں کہی گئی ہے جن سے ہر وقت نبی ﷺ کو دوچار رہنا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو بات جواب میں کہی وہ بڑی معنی خیز ہے کہ اس دنیا میں مرنا جینا کیا ہے، اگر اللہ کا رسول مر جائے [اور ایک دن تو اُسؐ کو بھی موت آنی ہے کہ خالقِ کائنات کا فرمان ہے کہ ہمیشہ کی زندگی تو ہم نے اے محمدؐ تم سے پہلے بھی کسی انسان کو نہیں دی] تو کیا حق و باطل کا فرق ختم ہو جائے گا؟ کیا شرک کی خباثت دُھل جائے گی، کیا آخرت کے عذاب سے منکرین کے بچاؤ کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟ یہ سارے سوالات اپنے اندر ہی واضح جواب رکھتے ہیں جو منکرین کو اگر شرم آئے اور عقل سے کام لیں تو ہدایت کے لیے کل بھی کافی تھے اور آج بھی کافی ہیں۔ نبی ﷺ کے لیے موت کے معاملے کو بھی صاف کر دیا گیا کہ سب کو موت آنی ہے اور پھر ایک دن اُن کو بھی جس طرح سارے انسان موت سے ہم آغوش ہوتے ہیں، ایک دن موت نے اُنھیں پکارا، اور اُنھوں نے اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى کہتے ہوئے لبیک کہا[۲۰۱]۔

---

۲۰۱ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرَ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى فَقُلْتُ إِذًا لَا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى

[بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر ۱۶۴۳]

بشر بن محمد، عبد اللہ، یونس، زہری، سعید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی معزز حضرات کی موجودگی میں فرمایا: کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت صحت میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو جنت میں اس کا ٹھکانا اور مقام دکھا دیا جاتا ہے اور پھر اسے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اگر چاہے تو دنیا کو پسند کرلے چاہے تو آخر کو پسند کرلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری ران پر تھا، آپ نے آنکھیں کھولیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى، میں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ

اگلی آیات میں نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ تم ان کی مخالفت، دھمکیوں اور بد دعاؤں کی پروا کیے بغیر، بے خوف و بلا جھجک اپنا کام کیے جاؤ، یہ تو تمھاری آزمائش ہے۔

ہر جان دار کو موت کا مزا لازماً چکھنا ہے، اور ہم تم لوگوں کی دکھ سکھ میں آزمائش کر رہے ہیں۔ انجامِ کار ہماری ہی طرف تمھاری واپسی ہے۔ یہ منکرینِ حق جب تمھیں دیکھتے ہیں تو تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں، آوازے کستے ہیں کہ اسے دیکھو، یہی ہے وہ جو تمھارے معبودوں کی بُرائی کرتا رہتا ہے؟ در آں حالاں کہ اِن کی اپنی جہالت کا عالم یہ ہے کہ رحمٰن کے ہر شرک سے پاک ہونے اور ہر چیز سے برتر ہونے کے معترف نہیں ہیں۔........................ مفہوم آیات ۳۵ تا ۳۶

مخالفین کی چالوں پر زجر و توبیخ اور برے نتائج کی دھمکی

اگلی آیات میں منکرین کی ایک اور غلط فہمی دور کی جا رہی ہے کہ نبی کو بار بار جھٹلانے کے باوجود جب اُن پر کوئی عذاب نہیں آتا تو ضرور نبی جھوٹا ہے اور عذاب الٰہی کی دھمکیوں پر مبنی جو آیات اُنھیں سُنائی جاتی ہیں وہ کلام الٰہیٰ نہیں بلکہ دل سے گھڑی خالی خولی گیدڑ بھبکیاں ہیں .... رفع غلط فہمی اور انذار و تذکیر کے ساتھ ایک اور بات کہی گئی کہ نشانیاں دیکھنے کی تمھیں بہت جلدی ہے " جلدی نہ مچاؤ، میں تم کو جلد ہی اپنی نشانیاں دکھاؤں گا " دیکھنے والی آنکھوں نے آنے والے تھوڑے ہی دنوں میں دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر قیامت میں سارے نظام کے درہم برہم ہونے کی نشانی بن گیا۔

اے نبیؐ! تمھاری قوم کو نشانیاں دیکھنے کی بہت جلدی پڑی ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت جلد باز پیدا کیا گیا ہے، جلدی نہ مچاؤ، میں تم کو جلد ہی اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ لوگ تمھاری صداقت پر باتیں بناتے ہیں کہ عذاب کی تمھاری دھمکی آخر کیوں پُوری نہیں ہوتی؟ کاش! حقیقت کے اِن انکاریوں کو اُس جلد آنے والے وقت کا کچھ احساس ہوتا، جس وقت یہ نہ اپنے منہ آگ سے بچا سکیں گے [جن سے یہ باتیں ٹھوک رہے ہیں] نہ ہی اپنی پیٹھیں [جن پر یہ انکارِ حق کا بوجھ لادے جا رہے ہیں]، اور نہ ہی ان کو کسی بھی جانب سے مدد پہنچے گی۔ وہ عذاب کا وعدہ تو یوں اچانک پورا ہو گا کہ یہ مبہوت رہ جائیں گے، یہ نہ اُسے ٹال سکیں گے اور نہ ہی معافی اور قبولِ حق کے لیے ان کو لمحہ بھر کی مہلت مل سکے گی۔ یہ لوگ کون سا

وسلم کو اختیار دیا گیا، مگر آپ ہم لوگوں میں رہنا پسند نہیں فرماتے اور میں یہ بھی سمجھ گئی کہ یہ وہی بات ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی میں فرمایا کرتے اور آپ کا آخری کلام بھی یہی ہے کہ **اَللّٰھُمَّ الرَّفِیقَ الْاَعْلٰی** کہ اے اللہ بلند مرتبہ رفیقوں میں مجھے رکھنا۔

انوکھا مذاق اُڑا رہے ہیں ! تم سے پہلے بھی رسُولوں کا مذاق ہی اُڑایا گیا ہے مگر تاریخ کا سبق یہ ہے کہ رسولوں کا مذاق اُڑانے والے اُس عذاب میں پھنس کر رہے جس کا مذاق اُڑاتے [اور جس کے لانے کے لیے جلدی مچاتے] تھے۔ ....
.... مفہوم آیات ۳۷تا۴۱

آ گے اِن کے خود ساختہ جھوٹے معبودوں پر زجر ہے جو اِن کی کسی معاملے میں مدد نہیں کر سکتے۔

اے محمدؐ! ان سے پوچھیے، رات ہو یا دن، کون ہے جو تمھیں رحمٰن کی پکڑ سے بچا سکتا ہے؟ اس حقیقت کو جاننے کے باوجود کہ کوئی نہیں ہے، یہ اپنے رب کی نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔ کیا اِن کے کچھ ایسے الٰہ [داتا اور دست گیر] ہیں جو ہمارے مقابلہ میں ان کی حمایت کر سکیں گے؟ وہ جھوٹے بناوٹی معبود تو نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے مقابلہ میں ان کو کوئی مدد حاصل ہو سکے گی[۲۰۲]۔ .... مفہوم آیات ۴۲تا۴۳

اب منکرین کی اللہ سے بغاوت اور اُس کے انکار کی اصل وجہ بیان کی جارہی ہے کہ ایسا نہیں کہ اِن کو غور و فکر اور تعقل نے اللہ کی وحدانیت کے انکار اور کتاب اللہ کی آیات سے کفر پر آمادہ کیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ دنیا کی محبت نے اِن کی آنکھوں پر [قلوب و اذہان پر] ایسا پردہ ڈالا ہے کہ حقیقت کو قبول کرنے کے قابل ہی نہیں رہے ہیں۔ بلاشبہ منکرینِ قریش بنو ہاشم کو مقاطعہ کے ذریعے ایک سخت وقت (gh timetou) سے گزار

---

۲۰۲ قریش کے سنگی معبود دو طرح کے تھے ایک وہ جو اُنھوں نے گزرے ہوئے اللہ کے کسی صالح بندے کے نام پر تراشے تھے، جو اِن کے نظریے کے مطابق مشکل کشائی اور حاجت روائی کے کام آتے تھے اور اللہ کے یہاں اِن کے سفارشی تھے، دوسرے خود اِن کے من گھڑت پتھر کے صنم تھے۔ اِن دونوں ہی طرح کے معبودوں کے بارے میں بالوضاحت بیان ہو رہا ہے کہ یہ تمھارے اور تمھارے باپ دادا کے بنائے ہوئے خدا اور اِن خداؤں کے لیے گھڑے ہوئے اُلوہیت کا اظہار کرنے والے خُدائی نام [جیسا پہلے ہی پانچویں سال سُوْرَۃُ النَّجم میں نازل ہو چکا ہے: إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ۔ آیۃ ۲۳ ترجمہ: دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ ! اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی] ہمارے مقابلہ میں تمھاری حمایت نہ کر سکیں گے، رہے وہ لیڈران گرامی اور قانون ساز ہستیاں جو خود انسانوں [عوام کالانعام] کی گردنوں پر خدا بن کر سوار ہو گئی ہیں تو یہ لوگ خود اپنی کوئی مدد نہ کر سکیں گے اور نہ ہی ہمارے مقابلہ میں ان کو کوئی مدد حاصل ہو سکے گی۔

رہے تھے۔ مگر باپ دادا سے چلی آ رہی اُن کی شان و شوکت کی جس طرح دھجیاں اُڑی تھیں وہ ہر مہ و کس پر عیاں تھیں۔ گزشتہ تین سال [سن ۴ نبوی] سے اُنھی کی قوم کا ایک فرد جسے اللہ نے نبوت عطا کی تھی ہر سال پورے حجاز کے حاجیوں کے سامنے ببانگ دُھل شرکیہ نظام زندگی اور اُن کے معبودوں کا انکار کرتا اُن کو باطل قرار دیتا اور ایک نئے دین، دینِ اسلام کی طرف دعوت دیتا مگر وہ اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔ اُس کے ساتھیوں کی تعداد ہر آنے والے دن کے ساتھ بڑھ رہی تھی، اہلِ کتاب کے انصاف پسند اُس کی تصدیق کر رہے تھے [حبشہ کے ۲۰ رکنی عیسائیوں کے وفد کا ایمان لانا، دیکھیے: کاروانِ نبوت جلد سوم صفحہ ۱۹۱-۱۹۲]، ایمان لا رہے تھے، حبشہ کی حکومت مسلمانوں کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ بلاشبہ اطراف کے قبائل میں اکا دکا لوگ ہی ایمان لائے تھے مگر اُس ؐ کی دعوت دلوں میں جذب ہو چکی تھی، وہ تو اعلانِ ایمان سے قبل، قریش اور اللہ [کی قیادت میں اُس کے نبیؐ اور اُس پر ایمان لانے والوں] کے درمیان اس جاری جنگ کا نتیجہ دیکھنا چاہتے تھے۔ کیا یہ صورتِ حال قریش کو ہوا کا رخ دیکھ لینے کے لیے کافی نہیں تھی؟ وہ ابھی تک اپنے دادا کی شان و شوکت اور اُس کے بھرم کے سحر سے نہیں نکل پائے تھے۔ دعوت کی اِس فاتحانہ پیش قدمی کا یہ کمال سوائے ایک ربُّ العالمین کے کسی کا نہیں تھا، یہ وہی رب ہے جس نے قتل خطا کے ایک مرتکب کو دربارِ فرعون میں اُس کے اعلانِ ربوبیت و اُلوہیت کو چیلنج کرنے کے لیے بھیج دیا اور وہ چاہنے کے اور اعلان کرنے کے باوجود اپنی ساری طاقت اور اثر و نفوذ جو اُس وقت بادشاہوں کو حاصل تھا موسیٰؑ کو قتل [۲۰۳] نہ کر سکا۔ یہی صورت یہاں مکہ میں بھی تھی، سارے قریش کی آپؐ کو قتل کرنے کی دلی آرزوؤں کے علی الرغم اللہ کا رسولؐ، اللہ کی پناہ میں رہتے ہوئے، اُس کے سایۂ رحمت تلے بے خوفی سے اپنی دعوت کو للکار للکار کر دنیا کے سامنے پیش کر رہا تھا، دعوت کی اسی فاتحانہ پیش

---

۲۰۳ فرعون نے بھرے دربار میں موسیٰؑ کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا جس کا قرآن نے نبوت کے پانچویں سال میں تذکرہ کیا تھا جب مؤمنین پر تشدد عین جوبن پر تھا۔ سورۃ المؤمن کی ۲۶ویں آیت میں بتایا گیا تھا۔ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ مفہوم: ایک روز فرعون اپنے مشیروں اور وزیروں سے بولا مجھے چھوڑو، میں ملک میں جاری اس سارے فساد کی جڑ root cause اِس موسیٰؑ ہی کو قتل کیے دیتا ہوں، اور ذرا یہ مدد کے لیے بلا دکھائے اپنے رب کو۔ مجھے خوف ہے کہ یہ تمھارے افکار و مذہب اور طریقِ حیات ہی کو بدل ڈالے گا، یا ملک میں بغاوت و انارکی پیدا کردے گا۔ [تفصیل کے لیے دیکھیے کاروانِ نبوت جلد سوم صفحہ ۱۷۱-۱۷۳]

رفت کو آنے والی آیہ مبارکہ میں ربُّ العالمین یوں تعبیر فرماتا ہے کہ 'ہم سرزمین مکہ میں اِن کی شان و سلطنت کو ہر طرف سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں یا ہم خود اس سرزمین میں بڑھتے چلے آرہے ہیں'۔ سبحان اللہ وبحمدہ، نبی ﷺ کی تحریک کی قیادت عرش سے ہو رہی تھی۔

حق کے مقابلے میں ان کے انکار اور طغیان کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادا کو ہم دُنیا میں مال و متاع سے نوازتے رہے، اور ان کو دن لگ گئے۔ مگر کیا انھیں نوشتہ دیوار نظر نہیں آتا کہ ہم سرزمین مکہ میں اِن کی شان و سلطنت کو ہر طرف سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں؟ کیا یہ اسی شان و شوکت سے حجاز کے طول و عرض میں غالب رہیں گے؟ ...
.... مفہوم آیت ۴۴

اب اگلی آیات میں نبی ﷺ کے ساتھیوں کو کامیابی کی اور منکرین کو تباہی کی پیشن گوئی ہے۔

اے نبیؐ! ان کفارِ مکہ سے کہہ دو کہ ''میں تو اللہ کی جانب سے آنے والی وحی کی روشنی میں تمھیں قبولِ حق کے نتیجے میں کامیابی اور اس سے روگردانی کے نتیجے میں تباہی و بربادی سے آگاہ کر رہا ہوں۔ مگر بصیرت سے محروم لوگو! تمھارا معاملہ تو بہروں جیسا ہے کہ جب اُنھیں آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ نہیں سُنتے۔ اور اے نبی اگر تمھارے رب کے عذاب کا ذرا سا سایہ بھی اِن پر پڑ جائے تو فوراً ہی چیخ اُٹھیں گے کہ ہائے ہماری بدبختی، بے شک ہم ظالم تھے۔ اور قیامت کے دن ہم صحیح [precise and accurtae] پیمایش کرنے والی ترازو[204] رکھ دیں گے، پھر کسی بھی فردِ انسانی پر ذرّہ برابر بھی زیادتی نہ ہو گی۔ کسی کا رائی کے برابر بھی عمل ہوا تو اُس کو ہم سامنے لے آئیں گے [اچھا ہوا تو ضائع نہ جائے گا اور برا ہوا تو پوشیدہ نہ رہے گا]۔ اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ۔.......................... مفہوم آیات ۴۵ تا ۴۷

اس مقام پر سورۃ کا پہلا حصہ ختم ہوتا ہے جس میں نبی ﷺ کی دعوت پر منکرین کی جانب سے پیش کیے گئے متعدد اعتراضات کے جواب دیے گئے ہیں اور توحید کے اوپر محکم دلائل کے ساتھ شرک کی بھرپور تغلیظ کی گئی ہے۔ یہ پورا حصہ نبی ﷺ کے وقت میں تمام مخاطبین کو دعوتِ غور و فکر دیتا، اتمامِ حجت کرتا ہے اور ساتھ ہی رہتی دنیا تک کے لیے، امت مسلمہ میں گمراہیوں کے در آنے کی راہوں کو بند کرتا ہے۔ آج شرق سے غرب تک امت مسلمہ جن موشگافیوں کے ذریعے اللہ کے عذاب سے بنی اسرائیل کی مانند رُسوا اور عذابِ الٰہی کا شکار ہے، اُس سے بچنے اور دنیا میں غلبہ اور آخرت میں اُس کی جنت حاصل

۲۰۴ قیامت کے دن نئے طبعی قوانین سے ایک نیا عالم وجود میں آئے گا، جہاں نیکی بدی اور اعمال کے پیچھے نیتوں کو تولا جا سکے گا اور جہاں اُن کی قدر و قیمت کی صحیح پیمایش ہو گی۔

کرنے کا واحد ذریعہ اِن آیات کی تلاوت سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کے اہم واقعات

اس سورۃ کے یہاں سے شروع ہونے والے حصے میں انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کے اہم واقعات سے چند نظیریں پیش کی گئی ہیں تاکہ یقین کیا جائے کہ تمام رسول جو اللہ نے انسانوں کی جانب ساری گزشتہ تاریخ کے دوران بھیجے سب ہی بشر تھے، سارے انسانوں جیسے انسان تھے سوائے اس کے کہ نبی ہونے کے ناطے اُن پر اللہ کی جانب سے وحی آتی تھی، اس امتیازی وصف کو چھوڑ کر دوسری صفات

میں وہ ویسے ہی انسان ہوتے تھے جیسے دنیا کے عام انسان ہوا کرتے ہیں۔ اُلوہیت اور خدائی کا اُن میں شائبہ تک نہ تھا بلکہ اپنی ہر ضرورت کے لیے وہ خود اللہ کے محتاج تھے، اُس ہی کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور ہر پریشانی میں اُس ہی سے مدد مانگا کرتے تھے۔ انسان ہونے کے ناطے ہی وہ اپنے مخاطبین کے لیے قابلِ قبول اور قابلِ تقلید ہوتے تھے، اگر انسانوں کے درمیان فرشتے نبی بنائے جاتے تو لوگ کہتے کہ یہ تو فرشتے ہیں، ہم ان کی مانند صبر و رضا، عبادات اور آخرت پسندی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انسانوں ہی میں سے جسے چاہا منتخب کر لیا اور اُن برگزیدہ انسانوں نے اپنے قول و عمل سے پاکیزگی و نیکی اور اللہ کے لیے اخلاص و وفا کے ساتھ اُس گہری وابستگی اور فنائیت [devotion commitment and] سے اپنا فرضِ منصبی ادا کیا جو رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے لیے ایک مثال بن گیا خصوصاً دعوتِ توحید اور غلبہ دین کے علمبرداروں کے لیے۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام

اس حصے میں اوّلیت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے تذکرے کو دی گئی ہے اگرچہ یہ بہت ہی مختصر ہے۔ اس کے اختصار کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ابھی چند ہفتے قبل جو قرآن کا حصہ [سورۃ القصص] نازل ہوا، اُس میں تفصیل سے اِن دونوں انبیاء کا تذکرہ ہو چکا تھا۔ اِس مرتبہ اتنی بات اہلِ مکہ کو اُن کے دعووں کے تناظر میں یاد دلائی ہے کہ تم اس کی تمنا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس تورات کی مانند کوئی اللہ کی کتاب آئے گی تو ہم اُس کی پیروی کا حق ادا کریں گے، اب جب یہ تمھارے پاس آ گئی تو تم ناقدری کر رہے ہو۔

اے سرادارانِ قریش! محمدؐ سے قبل ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کو حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم کرنے والی نصیحت سے بھرپور

کتاب ایسے متقی لوگوں کی بھلائی کے لیے عطا کر چکے ہیں جو بن دیکھے اپنے خالق و مالک اور پالن ہار سے ڈر کے معروف کی پیروی اور منکر سے اجتناب کریں اور جو قیامت کے خوف سے ڈرتے اور لرزتے رہیں۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے بعد ہم نے مبارک کتاب تمھارے لیے نازل کی ہے۔ کیسی بد نصیبی کی بات ہے کہ اس عظیم نعمت کو تم قبول کرنے سے انکاری ہو! .... مفہوم آیات ۴۸ تا ۵۰

ابراہیم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کی جانب سے روح الامینؑ کے ذریعے سورۃ کے اس حصے میں انبیاء کے جو تذکرے نازل فرمائے گئے ہیں اُن میں نسبتاً سب سے طویل تذکرہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ آغاز اس طرح سے ہے کہ ابراہیمؑ نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اپنی قوم کو بتا دیا کہ اِن بتوں کو پوجنے کے معاملے میں تم اور تمھارے باپ دادا صریح غلطی پر تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اُن کی تعلیم کی خاطر اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں اِن بتوں کے ساتھ کچھ حرکت کروں گا۔

اے قریشیو! تم سے اور موسیٰؑ اور ہارونؑ سے بھی پہلے تمھارے جدِّ امجد، ابراہیمؑ کو ملنے والی ہدایتِ ایمان، عملِ صالح اور آخرت کا عِلم و شعور ہم نے ہی اُسے بخشا تھا اور [جسے ہم نے نبی بنایا، اپنے کام کے لیے اُس کی اہلیت اور مناسبت کو] ہم خوب جانتے تھے۔ جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اِن مورتیوں کی کیا حقیقت ہے جن کے گرد تم احترام سے جمع رہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اِن مورتیوں کی یوں ہی عبادت کرتے پایا، سو ہم بھی اسی کام میں لگے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ تم اور تمھارے باپ دادا دونوں ہی صریح غلطی پر ہو۔ انھوں نے اس کی بات پر بے یقینی سے پوچھا کہ اے ابراہیمؑ، کیا تو اپنی اِس بات میں سنجیدہ اور سچا ہے یا یہ محض دل لگی ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ کیسی دل لگی! حقیقت یہ ہے کہ تمھارا پالن ہار اور پروردگار وہی ہے جو زمین اور آسمانوں کا خالق و مالک اور اُن کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ اِس حقیقت پر میں تمھارے سامنے گواہی دینے والے رسولوں میں سے ہوں۔ .... مفہوم آیات ۵۱ تا ۵۶

اللہ کی قسم! جب تم اس بت کدے سے واپس گھروں کو جاؤ گے تو میں ضرور تمھارے بُتوں کے ساتھ ایک کام کروں گا۔ چناں چہ اُس نے ایسا ہی کیا، اُن کے پتھر کے معبودوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، سوائے سب سے بڑے بت کے، جسے ابراہیم نے نہ توڑا، شاید کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں اور پھر پچھتائیں! انھوں نے واپس آ کر بُتوں کو برباد دیکھا تو بولے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی؟ بے شک وہ بڑا ہی ظالم ہے۔ .... مفہوم آیات ۵۷ تا ۵۹

ایک روز ابراہیمؑ نے لوگوں کی غیر موجودگی میں سارے بتوں کو توڑ کر ہتھوڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا اور پھر جب لوگوں کو اُن پر شبہہ ہوا تو انھوں نے اُن کی عقل کو متوجہ کرنے کے لیے ایک لطیف حکیمانہ

پیرائے میں کہا کہ 'یہ سب کچھ اِن کے بڑے نے کیا ہو گا' اور اس طرح وہ جان گئے کہ ابراہیم اِن بتوں کی ناطاقتی کو ثابت کرنا چاہ رہا ہے، اِن کے یہ بت تو کچھ بھی نہیں کر سکتے[۲۰۵]۔

جو کچھ آنے والی آیات میں بیان کیا گیا ہے انکے ذریعے بغیر کہے اہلِ مکہ پر یہ واضح کر دیا کہ دیکھو کس طرح تمھارے جدّ امجد ابراہیمؑ نے توحید کی دعوت دی، بت شکن بنے اور پھر اُن کی قوم نے اُنھیں ایک بڑی آگ میں ڈال دیا، لیکن اللہ نے وہ آگ ٹھنڈی کر دی، کیوں کہ ابراہیم علیہ السلام تو اللہ کی حفاظت میں تھے، آج تمھارے درمیان محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] یہ دعوت لے کر کھڑے ہیں اور تم طرح طرح سے اِن کے خلاف چالیں چلتے ہو، سرگوشیاں کرتے اور اِن کو زیر کرنا چاہتے ہو؛ سنو! جو عزیز و مقتدر اللہ، ابراہیم کی پشت پر تھا وہی آج بھی محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کی پشت پر ہے۔

ابو جہل نے ایک مرتبہ چیلنج دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دورانِ نماز سجدے کی حالت میں ایک بڑے پتھر سے کچلنا چاہا تھا مگر ایک بڑے ہی خوف ناک اونٹ سے ڈر کر واپس پلٹ آیا تھا۔ یہ واقعہ مکہ کے بہت سارے سرداروں کا آنکھوں دیکھا تھا، یہی وجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پابندی سے صبح و شام کی نمازیں حرم میں ادا کرتے تھے اور قریبی لوگوں کے لیے آسانی سے سنی جانے والی آواز سے تلاوت فرماتے تھے، مکہ بھر میں کوئی ایسا زور آور نہیں تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک سکتا! قریش کے سامنے ابراہیمؑ کے لیے آگ کو ٹھنڈی کرنے کے ذکر سے سردارانِ قریش پر یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ کا رسول تمھاری ساری چال بازیوں سے ابراہیمؑ کی طرح مامون رہے گا۔

لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو جس کا نام ابراہیمؑ ہے، ان بتوں کا ذکر ایک ارادے سے کرتے سُنا تھا۔ اُنھوں نے [صاحبانِ امر نے] کہا تو اُسے گرفتار کر کے سب کے سامنے لاؤ تا کہ الزام لگانے والے لوگ گواہ رہیں۔ ابراہیمؑ کے آنے پر اُنھوں نے پوچھا کہ ابراہیمؑ، کیا تُو نے ہمارے معبودوں کی یہ درگت بنائی ہے؟ ابراہیمؑ نے خود اُنھیں اپنے ہی دلوں میں بتوں کی بے حقیقتی پر قائل کرنے کے لیے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ سب کچھ اِن کے بڑے نے کیا ہو گا، اگر یہ بولتے ہوں تو

۲۰۵ ابراہیم علیہ السلام نے ہرگز لوگوں سے جھوٹ نہیں بولا، نبی کبھی جھوٹ نہیں بولتے، یہ بات کو سمجھانے کا ایک لطیف، معلمانہ انداز ہے جو ہر ذی عقل و فہم جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں فرمایا: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا [آیت ۴۱]۔ اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا قصہ بیان کرو بے شک وہ ایک انتہائی سچا انسان اور ایک نبی تھا۔

تم لوگ اِن ٹوٹے بتوں ہی سے پُوچھ لو کہ تم کو کس نے مارا؟ یہ سُن کر لوگوں کو عقل آئی اور اپنے دِلوں میں کہنے لگے واقعی تم خود ہی غلط کار ہو۔ مگر پھر اُن کی مت ماری گئی اور بولے، ابراہیم تو جانتا ہے کہ یہ نہیں بولتے! مفہوم آیات ۶۰تا۶۵

اُن کو اپنی غلطی پر قائل پا کر ابراہیمؑ نے کہا کہ پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کو پُوج رہے ہو جو نہ تمھیں نفع پہنچا سکیں اور نہ کوئی نقصان۔ تُف ہے تم پر بھی اور تمھارے اِن خداؤں پر بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پُوجا کرتے ہو۔ کیا تم کچھ بھی نہیں سمجھتے؟ فیصلوں پر قادر لوگوں نے لاجواب ہو کر کہا جلا ڈالو اِس کو اور اپنے معبودوں کی حمایت میں اُٹھو اگر کچھ کرنا چاہتے ہو۔ جب ابراہیم کو اُس کی قوم نے آگ میں ڈال دیا تو ہم نے آگ سے کہا، اے آگ! ابراہیمؑ پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا! وہ چاہتے تھے کہ ابراہیمؑ کے ساتھ اپنے ناپاک عزائم کو پورا کریں مگر ہم نے اُن کو ناکام کر دیا۔ .... مفہوم آیات ۶۶تا۷۰

لوط علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام کی داستان اہلِ مکہ کے سامنے گویا اُن کے جدِ امجد کی تاریخ دہرا رہی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام آگ سے بحفاظت نکلنے کے بعد بستی میں واحد ایمان لانے والے فرد لوط علیہ السلام کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کے لیے اللہ ہی کی رہ نُمائی میں فلسطین کی جانب چل پڑے، آپ کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی ساتھ تھے۔ اس ہجرت کا تذکرہ قرآن کرتا ہے اور یوں مکہ میں ہر سننے والے کو جو ذرا سی بھی عقل رکھتا تھا یہ معلوم ہو گیا کہ مکہ میں اہلِ ایمان کا اگلا قدم کیا ہو سکتا ہے، اہلِ ایمان کی نصف تعداد تو پہلے ہی حبشہ ہجرت کر چکی تھی۔

آگے تذکرہ ہے کہ ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ ہجرت کے بعد بڑی برکت سے نوازتے ہیں۔ اسحاقؑ و یعقوبؑ کے توسط سے انسانیت کی قیادت عطا کرتے ہیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں، ایک ایک بات اہلِ مکہ پر عیاں ہو رہی تھی۔ وہ جان گئے تھے کہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اگر مکہ سے نکل گئے تو ایک دن اُس کے متبعین پورے حجاز کو اپنے زیرِ نگیں کر لیں گے اور آج یہ بڑے بڑے سردار، جن اہلِ ایمان کو اپنی بڑائی کے زعم میں خاطر میں نہیں لا رہے ہیں ایک روز اُن کا دُم چھلا بن جائیں گے۔ سُنیے، کہ روح الامیں، صادق و امین رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سنا رہے ہیں۔

ہم اپنی حفاظت اور رہ نُمائی میں ابراہیمؑ اور لوطؑ کو اُس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا والوں کے لیے برکتیں رکھی تھیں۔ اور ہم نے اسے اسحاقؑ جیسا بیٹا اور پھر یعقوبؑ جیسا پوتا بھی عطا کیا اور ہر ایک کو صالح بنایا۔ اور ہم نے اُن کو اپنی رہ نُمائی میں اشاعتِ دین کرنے والوں کی قیادت سونپ دی۔ اور ہم نے انھیں بھلائی کے کام کرنے، نماز کے قیام اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی وحی کی، وہ ہماری ہی بندگی کرنے والے تھے۔ اور لوطؑ کو بھی ہم نے قائدانہ اوصاف اور عِلم و حکمت

بخشی؛ بدکاریوں میں مبتلا بستی پر جب ہم نے عذاب بھیجا تو اُسے صاف بچا کر نکال لیا، بے شک وہاں کے باسی بڑے ہی برے اور فاسق لوگ تھے اور لوطؑ کو ہم نے اپنی رحمتِ خاص میں داخل کیا، بے شک وہ بھلے لوگوں میں سے تھا۔ .... مفہوم آیات ۷۱ تا ۷۵

آدمِ ثانی، نوح علیہ السلام

زمانی اعتبار سے نوح علیہ السلام اگرچہ ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے اس دنیا میں مبعوث ہوئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میدانِ عمل میں زیادہ مماثلت موسیٰؑ اور ابراہیمؑ کی تھی لہٰذا اس سورۃ میں تذکرہ اِن دو انبیاء کا پہلے آگیا۔ اب یہ بتایا جارہا ہے کہ اے اہلِ مکہ اپنے نبیؐ کو اس درجہ نہ ستاؤ کہ وہ آزُردگی کی اُس سطح پر آجائے جب نبی اپنی قوم کی ہدایت یابی سے مایوس ہو کر اللہ سے زمین کو ناپاک لوگوں کے وجود سے پاک کرنے کی دعا کرتا ہے کہ جس طرح نوح علیہ السلام نے کی تھی۔ یہ وہ مقام تھا کہ جب سردارانِ قریش کو اللہ کا خوف کھا کر دوبارہ سے اپنی ساری روش پر غور کر لینا چاہیے تھا، اہلِ مکہ کی بد نصیبی کہ کتاب و نبوت کا اعزاز اُن کے شہر کو مل رہا ہے اور وہ اُس کو ٹھکرانے پر تُلے ہیں۔ قومِ نوح کی غرقابی سے منکرین کو کوئی خوف یا خطرہ محسوس ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنی قوم کے لیے اِن عذاب کی دھمکیوں کی شدت سے کانپ کانپ اُٹھے، یہاں تک کہ ہم دیکھیں گے اس سال کے آخر تک، جب آپ ابھی پچاس کے نہیں صرف سینتالیس برس کے تھے، آپ پر بڑھاپے کی بزرگی کے آثار نظر آنے لگے۔

اور نُوحؑ کو بھی ہم نے یہی انعامات دیے۔ تاریخ کے اُن اوقات کو یاد کرو جب اِن سارے انبیاء سے بہت پہلے نُوحؑ نے [طویل عرصے پیہم دعوتِ دین کے باوجود لوگوں کے منہ موڑنے اور اُس کی ناقدری پر اپنی ناہنجار قوم سے انتقام کے لیے] ہمیں پکارا تھا۔ تو ہم نے اس کی التجا کو قبول کیا تھا اور اُسے اور اُس کے تابع داروں کو بڑی دردناک غرقابی کی مصیبت سے نجات دی۔ ہماری آیات کو جُھٹلانے والی قوم کے مقابلے میں ہم نے نوحؑ کی مدد کی، بلاشبہ وہ بڑے ہی بُرے لوگ تھے، لہٰذا ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ .... مفہوم آیات ۷۶ تا ۷۷

داؤد اور سلیمان علیہما السلام

نوح علیہ السلام کے بعد اب داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ ہے، اِن دونوں باپ بیٹوں کو اللہ نے خصوصی قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ عِلم اور فیصلے کی صلاحیت سے بھی نوازا تھا اور معاملات کو اپنی نگرانی میں رکھا تھا۔ داؤد علیہ السلام

لوہے کی صنعت میں مہارت کے ساتھ اپنے رب کے حضور عاجزی سے حمد و دعا کے لیے ایسے دل کش لحن سے نوازے گئے تھے کہ جس کی تاثیر سے پرندے اور پہاڑ بھی اُن کے ہم نوا ہو جاتے تھے۔ یہ عجیب کام تو بس اللہ ہی کی قدرت سے ممکن تھا۔ سلیمان علیہ السلام کی طاقت اور سلطنت کی وسعت کا تذکرہ تو اللہ تعالیٰ پچھلے سال سورہ نمل میں کر چکے ہیں۔ یہاں بر سبیل تذکرہ ذکر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین و منکرین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اقتدار اللہ ہی کا ہے اور جب وہ کسی فرد یا گروہ کو زمین پر اپنی نیابت سے اقتدار میں لانا چاہتا ہے تو وہ کچھ عطا کر دیتا ہے جو تمھارے حاشیہ خیال میں نہ آسکے، پس ہمارے رسول کے ساتھ اپنا معاملہ اتباع اور وفاداری کا استوار کر لو وگرنہ اُس کے اقتدار کے آگے تمھارا سر نگوں ہونا تو بس چند صبحوں اور شاموں کے آنے جانے کا انتظار ہے۔

اور مذکورہ انبیاء کی مانند ہم نے داؤدؑ اور اُن کے بیٹے سلیمانؑ کو بھی قائدانہ اوصاف اور عِلم و حکمت سے نوازا۔ وہ واقعہ یاد کرو جب وہ دونوں ایک کھیتی کے مقدمے میں فیصلہ پر مامور تھے، جس میں رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں گھس گئی تھیں، ہم اُن کی عدالت پر خود نگہبان تھے۔ لہٰذا صحیح فیصلہ ہم نے سلیمانؑ کو سجھا دیا، عِلم اور فیصلے کی صلاحیت تو ہم نے دونوں ہی کو عطا کی تھی۔ تسبیح کرنے کے لیے داؤدؑ کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو اُس کا ہم نوا کر دیا تھا جو اُس کے ساتھ ساتھ اللہ کی پاکی کے نغمے الاپتے تھے، قدرت کا شاہ کار یہ عجیب کام تو بس ہم ہی کر سکتے تھے۔ اور ہم نے داؤدؑ کو تمھارے فائدے کے لیے تلواروں اور نیزوں کی مار سے محفوظ رکھنے والے جنگی لباس بنانے کی صنعت سکھادی تھی، تاکہ تم کو ایک دُوسرے کی مار سے بچائے، پھر کیا تم بھی اسی طرح شکر گزار بنتے ہو؟ .... مفہوم آیات ۷۸تا۸۰

اور سلیمانؑ کے لیے ہماری عنایاتِ مزید کا سلسلہ یہ تھا کہ ہم نے تیز ہوا پر اُس کو قابو دیا تھا جو اس کے حکم سے اُس خطے کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں، ہم کائنات کی ہر چیز سے باخبر ہیں۔ اور شیاطین [شیاطینِ جن] میں سے بھی ہم نے کچھ اُس کے قابو میں دیے تھے جو اس کے لیے سمندروں میں غوطہ خوری کرتے اور اِس کے علاوہ اور بھی کام کرتے تھے۔ اور ان مذکورہ سارے امور کی نگرانی ہمارا ہی کام تھا۔ .... مفہوم آیات ۸۱تا۸۲

ایوب علیہ السلام

اگلی آیات میں ایوب علیہ السلام کا تذکرہ ہے جنھوں نے بے پناہ مال و دولت اور عزت پا کر کبھی اپنے رب کی عنایات کے شکریے اور اُس کے حقوق کی ادائیگی سے منہ نہ موڑا اور ہر چند شیطان کے بہکانے کے باوجود غفلت نہ برتی۔ اُن کے رب نے اُنھیں فراخی کے بعد تنگی سے آزمایا، مال و دولت جاتی رہی اور ایک ایسی جِلدی بیماری میں مبتلا ہو گئے کہ گھِن اور خوف کھا کر کوئی عزیز اور دوست بھی قریب نہ پھٹکتا تھا۔ اس حالت میں بھی اُن

کی شکر گُزاری اور راضی بہ رضائے رب ہونے میں کوئی فرق نہ آیا۔ عین ممکن ہے کہ یہاں یہ تذکرہ مقاطعہ کے دوران صبر پر ہمت بندھانے کے لیے ہو اور دوسری جانب منکرین کو یہ بتانے کے لیے کہ تنگی اور جسم و جان کی بیماریاں اللہ والوں سے اُن کا عزم اور بندگی رب کی ادائیں نہیں چھین سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے ایوب علیہ السلام کی مدد فرمائی نہ صرف اُن کی بیماری کو دور کیا بلکہ پہلے سے دُگنا مال و دولت اُنھیں عطا ہوا اور چھوٹ جانے والی محفل کے بجائے خلقِ کثیر اُن کے گرد جمع ہوئی۔ اس واقعے میں یہ اشارہ ہے کہ اگر آج محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور اُن کے ساتھی کم مایہ ہیں تو یہ صورت باندازِ دگر بھی اُلٹ سکتی ہے، جیسا کہ ہم آنے والے برسوں میں دیکھیں گے کہ جب عجم کی دولت کے ڈھیر مسجدِ نبوی کے صحن میں پڑے تھے۔

انبیاء پر عنایت کا سلسلہ ایوبؑ پر بھی جاری رہا۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تُو سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے، تو ہم نے اس کی التجا کو سُنا اور اُس کی تکلیف دُور کر دی اور صرف اس کے اہل و عیال ہی نہیں بلکہ اپنی رحمتِ خاص سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی دیے،، اور یہ اس لیے کہ یہ ایک سبق رہے عبادت گزاروں کے لیے۔ .... مفہوم آیات ۸۳تا۸۴

اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام

ایوب علیہ السلام کے تذکرے کے بعد اب قریش کے جدِ اعلیٰ اسماعیل علیہ السلام کو شامل کرتے ہوئے تین انبیاء کا اتنا مختصر تذکرہ کہ بس نام لیے ہیں اور اُن کے اوصاف پر ایک بات کہی ہے کہ یہ سب صبر والے، باہمت اور جادۂ حق پر ثابت قدم نبی تھے اور ہم اِن کی پشت پر تھے۔ مخاطبین کو جتلایا جا رہا ہے کہ آج تمھارا بھی سابقہ ایسے ہی ایک باہمت، پُر عزم اور مستقل مزاج قائدانہ صلاحیتوں کے حامل شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے۔ سردارانِ قریش جان لیں کہ تم نہ اِس کا [رسول اللہ کا] مقابلہ کر پاؤ گے اور نہ ہی تم اللہ کی برکت اور پشت پناہی سے بڑھنے والی قوت کو زیر کر سکو گے، ابھی وقت ہے؛ مخالفت، ضد و عناد چھوڑ کر حق کی طرف پلٹ آؤ!

اور یہ سلسلہ انعامات اسماعیلؑ، ادریسؑ اور ذوالکفلؑ پر بھی جاری رہا کہ یہ سب صبر والے باہمت اور جادۂ حق پر ثابت قدم نبی بنائے گئے عظیم انسانوں میں سے تھے۔ ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کہ اِن کا شمار نیکوکاروں میں تھا۔ مفہوم آیات ۸۵تا۸۶

ذوالنّون [مچھلی والے] یونس علیہ السلام

اگلی آیات میں یونس علیہ السلام کی غلطی اور پھر توبہ کا تذکرہ ہے بتانا یہ مقصود ہے کہ اللہ کا نبی اور اُس کے اہلِ ایمان ساتھی جان لیں کہ دعوت کا میدان چھوڑ کر بھاگنا نہیں ہے جب تک کہ اللہ کا حکم نہ آجائے اور جب تک یہ حکم نہیں آتا اس بات کا امکان ہے کہ لوگ ایمان لے آئیں گے۔ اس سورۃ کی اگلی آیات کے مطالعے سے قبل مناسب ہے کہ سُوْرَۃُ الْقَلَم سے یونس علیہ السلام کے تذکرے کا کچھ اعادہ کر لیا جائے جو پانچویں سال کے وسط میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

پس اے نبی ﷺ، اس جاں گسل کش مکش میں اپنے مالک کا فیصلہ آنے تک صبر کریں اور اپنی قوم کے معاملے میں مچھلی والے یونس ؑ کی طرح نہ ہو جائیں جیسا کہ اس نے بے صبری دکھائی تھی اور اپنی قوم کو چھوڑ کر چلا گیا۔ [سُوْرَۃُ الْقَلَم، دیکھیے مفہوم آیات ۴۸ تا ۵۲ کاروانِ نبوت جلد دوم طبع اوّل صفحہ ۲۱۲] اب سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء کے مطالعے کو جاری رکھیں:

اور ذوالنّون [مچھلی والے یعنی یونس ؑ] کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب وہ اپنی قوم کی جانب سے پیہم انکار کی روش پر برہم ہو کر میدانِ دعوت کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اور گمان کیا تھا کہ اس غلطی پر ہماری جانب سے پکڑ نہ ہو گی۔ مگر ہم نے جب پکڑ کر مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا تو پھر اُس نے وہاں کی تہ بہ تہ تاریکیوں میں سے پکارا لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات شرک کی ہر تہمت سے پاک ہے، بے شک میں قصوروار ہوں۔ تب ہم نے اس کی معذرت قبول کی اور اُس کا غم دور کر دیا، اِسی طرح ہم اہلِ ایمان کو بچا لیا کرتے ہیں۔ كَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ .... مفہوم آیات ۸۷ تا ۸۸

زکریا اور یحییٰ علیہما السلام

اب آنے والی آیات میں زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کا ذکر ہے۔ یہ تذکرہ مخاطبین پر یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کس طرح اپنے نبیوں کی مدد کرتے ہیں اور اُن کی دعائیں قبول کر لیتے ہیں، ساتھ ہی نبی ﷺ پر اور اہلِ ایمان پر یہ وضاحت ہے کہ دعوتِ دین کا کام زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کے جیسے خصوصی اوصاف کا مطالبہ کرتا ہے کہ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿۲۱:۹۰﴾ .... تم کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اور زکریاؑ کی بھی فریاد سُنی گئی، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے پالن ہار، مجھے اکیلا [بے اولاد] نہ رکھ، اگرچہ یہ حقیقت میں جانتا ہوں کہ بہترین وارث تو بس تُو ہی ہے۔ چناں چہ ہم نے زکریاؑ کی دُعا قبول کی، پیدایش اولاد کے واسطے اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا اور اس کے گھر میں یحییٰؑ کو پیدا کیا، بے شک یہ لوگ نیکی کے کاموں میں سبقت کرتے تھے اور ہماری رضاجوئی کے لیے مغفرت کی امید اور آخرت کی ناکامی کے خوف کے ساتھ ہمیں پکارتے، اور ہمارے آگے جھکے جھکے، لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ .... مفہوم آیات ۸۹ تا ۹۰

مریم اور مسیح علیہما السلام

اب آخر میں تذکرہ ہے ایک مبارک خاتون اور اُس کے مبارک بیٹے کا، مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام کا، اِن دونوں ماں بیٹوں کو اللہ نے قبول حق کے لیے ایک نشانی بنایا، جنھوں نے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشن گوئی کی۔ یہاں بھی مخاطبین اور اہلِ ایمان دونوں کے سامنے اِن کے تذکرے سے اِن کی ساری زندگی تصور میں آجاتی ہے، کنواری ماں؛ مریم علیہا السلام[۲۰۶] کے بطن سے آپؑ کی پیدایش، پالنے میں خطاب، ساری زندگی اعلائے

۲۰۶ کیا مریم علیہا السلام اللہ کی نبی تھیں؟ یہ ایک مسئلہ ہے جس مفسرین اور اہلِ علم نے دیانت داری سے اپنے ذہنی پسِ منظر سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اور سب ہی کے پاس دلائل ہیں اور سارے اختلافات کے باوجود سب ہی صحیح ہیں، جب تک ایک نتیجے پر پہنچ کر اُس سے ایسے اطلاقی مسائل نہ پیدا کیے جائیں جو نصوص یا اجماع امت یا مزاجِ دین کے سراسر منافی ہوں۔ معاملہ اتنا ہی نہیں رہتا کہ کیا مریم علیہا السلام اللہ کی نبی تھیں؟ بلکہ یہ بن جاتا ہے کہ کیا کوئی عورت بھی نبی ہو سکتی ہے؟ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ اس معاملے میں سکوت یا توقف اختیار کیا جائے۔ نہ اس کا انکار ممکن ہے اور نہ ہی اقرار، اس موقف کے علم بردار شیخ تقی الدین سبکیؒ ہیں، جنھوں نے فتح الباری میں اس موقف کا اظہار کیا ہے۔ دوسرا موقف یہ ہے کہ نبی تو صرف مرد ہی رہے ہیں جیسا کہ سورۃ النحل میں فرمایا گیا کہ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ إِلَّا رِجَالٗا .... ﴿۴۳﴾ [اس آیہ مبارکہ کے ترجمے میں سید مودودیؒ نے تفہیم میں رجال کا ترجمہ مرد نہیں کیا بلکہ آدمی کیا ہے]۔ یہ موقف قاضی عیاضؒ، خواجہ حسن بصری اور بہت سارے مفسرین کا ہے۔ تیسرا موقف یہ ہے کہ نبوۃ مع الرسالۃ تو صرف مردوں کے لیے ہے مگر خالی نبوت پر عورتیں بھی فائز رہی ہیں جن پر فرشتے کے ذریعے وحی بہ نصِ صریح ثابت ہے، اِن مبارک خواتین میں مریم علیہا السلام کے علاوہ سارہ علیہا السلام زوجہ ابراہیم علیہ السلام، امِّ موسیٰ علیہا السلام اور فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام شامل ہیں، یہ موقف کثیر مفسرین کا ہے

حق کے لیے جدوجہد اور پھر مخالفین کا سولی دینے یا قتل کرنے میں ناکام ہو جانا، اِن ساری باتوں میں نصیحت حاصل کرنے کے لیے بڑے اشارے ہیں۔

اور ہم نے اُس عظیم پاک دامن خاتون پر بھی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تھی، اپنی عنایات کا سلسلہ جاری رکھا، اُسے اوصافِ حمیدہ اور علم و حکمت سے نوازا۔ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھُونکی اور پھر اُسے اور اُس کے بیٹے مسیحؑ کو دُنیا بھر میں قبولِ حق کے لیے نشانی بنا دیا۔ .... مفہوم آیت ۹۱

سارے نبیوں کے ماننے والے ایک ہیں إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً

انبیاء کی تاریخ سے اِن ۱۸ انبیوں[۲۰۷] کے مختصر مگر جامع تذکروں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا اور وہ یہی دین ہے جو آج محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بن عبداللہ لے کر آئے ہیں۔ ساری انسانیت کے لیے یہی اللہ کا پسندیدہ دین ہے، یہ بات پچھلے سال سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی میں صاف صاف بتادی گئی تھی۔ پہلے بھی اس دین کا نام اسلام ہی تھا اور آج بھی یہ اسلام ہے، اِس کے ماننے والے تاریخ کے ہر دور میں پہلے بھی مسلم تھے اور آج بھی مسلم ہیں۔ اسلام کے علاوہ باقی جتنے مذاہب دنیا میں بنے ہیں وہ محض گم راہ انسانوں کے ڈالے ہوئے تفرقے ہیں۔

اٹھارہ نبیوں کے تذکروں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوتے ہیں اور ان کے مخالفین اُنھیں تباہ و برباد و قتل کرنے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیر معمولی طریقوں سے نبیوں کی مدد کی جاتی ہے۔ انجام کار نبی بچا لیے جاتے اور اُن کے مخالفین برباد کر دیے جاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں اہلِ ایمان کے لیے بشارت اور منکرین کے لیے سخت انذار کا پیغام ہیں۔ یہ آیات اپنے نزول کے وقت ڈیڑھ ہزار برس قبل بھی یہی پیغام دیتی تھیں اور آج بھی اِن کا یہی پیغام ہے۔

، مشہور محدث ابنِ حزمؒ نے اس پر بڑی جامع بحث کی ہے۔ جس کو قصص القرآن [حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ] حصہ چہارم میں صفحات ۲۴-۳۱ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۰۷ ۱: موسیٰ علیہ السلام ۲: ہارون علیہ السلام ۳: ابراہیم علیہ السلام ۴: لوط علیہ السلام ۵: آدمِ ثانی، نوح علیہ السلام ۶: داؤد علیہ السلام ۷: سلیمان علیہ السلام ۸: ایوب علیہ السلام ۹: اسماعیل علیہ السلام ۱۰: ادریس علیہ السلام ۱۱: ذوالکفل علیہ السلام ۱۲: ذوالنّون [مچھلی والے] یونس علیہ السلام ۱۳: زکریا علیہ السلام ۱۴: یحییٰ علیہ السلام ۱۵: مریم علیہا السلام ۱۶: مسیح علیہ السلام ۱۷: اسحاق علیہ السلام ۱۸: یعقوب علیہ السلام

درحقیقت یہ سارے انبیاء کا کارواں اور اُن پر ایمان لا کر اتباع کرنے والوں کا، تمھارا ہی کارواں ہے، تمھاری اُمّت تاریخ کی گزرگاہوں میں، ہر نبی کے زمانے میں اور آج بھی حقیقت میں ایک ہی اُمّت رہی ہے إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً اور میں ہی تمھارا رب ہوں، پس تم صرف میری ہی عبادت کرو۔ مگر لوگوں [208] کی حرکت یہ ہے کہ اُنھوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، سب کو ہماری طرف پلٹنا ہے، ہم سب کے کرتوتوں کو دیکھ لیں گے۔ جو بھی نیک عمل کرے گا، اِس حال میں کہ ایمان والا ہو، تو نیک کام میں لگی اُس کی سعی رائیگاں نہ جائے گی، اور اُس کے لیے ہم اُسے ریکارڈ کر رہے ہیں۔ .... مفہوم آیات ۹۲ تا ۹۴

خطاب کا رخ قریش کی جانب

ناممکن ہے کہ جس بستی کے باسیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو وہ دوبارہ دنیا میں پلٹ آئیں۔ مگر روزِ قیامت، جس کی آمد کے قُرب میں یاجُوج وماجُوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے بستیوں پر پل پڑیں [209]۔

سورۃ اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے، اللہ کی آواز، اُس کے رحم کے ساتھ اُس کی ناراضگی کو بھی ظاہر کر رہی ہے۔ بہت جلد اس سرزمین پر حق و باطل کی کشمکش ایک موڑ مڑنے والی ہے اور آخرت، وہ تو مجرموں کے کیفرِ کردار تک پہنچنے کا وقت ہے .... وہ بھی بہت دور نہیں! وہاں وہ چیخیں اور چلائیں گے مگر اُن کے خود ساختہ معبود وہاں کچھ نہ سُنیں گے۔

وعدۂ برحق کے پُورا ہونے کا وقت قریب آ لگے گا، تو ناگہاں اُن لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنھوں نے اس دن کی آمد کا انکار کیا تھا۔ اُس وقت وہ چیخیں اور چلائیں گے کہ ہائے ہماری بدبختی، ہم تو اس گھڑی کی آمد کو بھلائے ہوئے تھے، بلا شبہ ہم ہی قصوروار تھے! اس چیخ وپکار کے جواب میں ایک آوازہ بلند ہو گا کہ اے مشرکو! آج تم اور تمھارے وہ جھوٹے معبُود [بناوٹی داتا، دست گیر اور مشکل کشا] جنھیں تم پُوجتے رہے، آتشِ دوزخ کا ایندھن بنیں گے، وہیں تم کو جانا ہے۔

---

۲۰۸ یہ قافلے میں شامل صاحبانِ جبہ و دستار کی کارستانی ہے کہ دین کو مذہبوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

۲۰۹ یہ آیہ مبارکہ بہت زوردار الفاظ میں، نبیوں کی تکذیب کے جرم میں عذاب کے ذریعے ہلاک کیے گئے انسانوں کے دوبارہ دنیا میں پلٹ آنے کی نفی کر رہی ہے تاکہ سننے والوں کو ڈر اور خوف پیدا ہو اور وہ شاید ایمان لائیں۔ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ یہ آیہ منکرین کے دینِ حق کی طرف پلٹنے کے کسی بھی امکان کی نفی کر رہی ہے۔ کسی بھی آیت کے بہت ظاہر اور واضح معانی کو چھوڑ کر دور کے معانی نکالنا مناسب نہیں نظر آتا۔

واقعی اگر یہ معبود ہوتے تو ذلت سے آگ میں نہ ٹھونسے جاتے۔اب اِن سب مشرکوں اوراُن کے جھوٹے خداؤں کو ہمیشہ اسی جہنم میں رہنا ہے۔اِن دوزخ میں پڑے مشرکین کا حال یہ ہو گا کہ وہاں وہ چیخیں اور چلائیں گے مگر جھوٹے خدا کچھ نہ سُنیں گے کہ کچھ مدد کر سکیں اور مشکل دور کر دیں"[210]۔ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ۔ مفہوم آیات ۹۵تا۱۰۰

اللہ کا نبی زحمت اور مصیبت نہیں بلکہ رحمت بن کر آیا ہے

جو لوگ اس دعوت کو ٹھکرا دیں گے وہی قیامت میں جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ اللہ کا نبی زحمت اور مصیبت نہیں بلکہ رحمت بن کر آیا ہے، نادان ہیں وہ لوگ جو اسے زحمت سمجھ رہے ہیں۔ اللہ کا فرستادہ تو زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی مہربانی ہے کہ وہ فیصلے کے وقت سے پہلے اپنے نبیوں کے ذریعہ سے لوگوں کو انجام سے آگاہ کرتا رہا ہے۔ نیکوکاروں کو یہ یقین دلایا جارہا ہے کہ نبی کا ساتھ دینے اور خیر کے کاموں پر کاربند رہنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ملائکہ اُن کا والہانہ استقبال کریں گے، حشر میں اُنھیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور جہنم سے بہت ہی دُور رکھے جائیں گے۔

رہے وہ نیکوکار، اہلِ ایمان جن کے لیے کتابوں میں نبیوں کی زبانی اچھے انجام کا پہلے ہی وعدہ ہو چکا ہے، تو وہ یقیناً اِس جہنم سے بہت ہی دُور رکھے جائیں گے اتنی دور کہ اُس کی گڑگڑاہٹ بھی نہ سُنیں گے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیش اپنے دل پسند عیش اور محبوب چیزوں کے درمیان رہیں گے۔ حشر کا وہ دل ہولانے والا وقت اُن کو ذرا بھی نہ ستائے گا نہ ہی غمگین کرے گا؛

ملائکہ یہ کہہ کر اُن کا والہانہ استقبال کریں گے کہ ....کام یابی کا یہ وہی دن ہے جس کا تم سے دنیا میں پیہم وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ قیامت کے روز جب کائنات کو ہم یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے رومال میں روٹی لپیٹ دی [كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ترجمہ: طومار میں اوراق] جائے۔ جس طرح ہم نے پہلی بار کائنات کو بنایا تھا اُسی طرح ہم دوبارہ اسے بنا دیں گے۔ یہ ہمارا پکّا وعدہ ہے، اور یہ کام ہم کر کے رہیں گے۔ .... مفہوم آیات ۱۰۱تا۱۰۴

---

۲۱۰ اس اعلان یا کلیے سے وہ سارے انبیاء اور صلحا مستثنیٰ ہیں جو زندگی میں توحید کی دعوت دیتے رہے اور جنھیں شرک پر فریفتہ لوگوں نے بعد از مرگ، منوں مٹی کے نیچے دفنا کر خدائی کا درجہ دے دیا، اللہ کا بیٹا یا مشکل کشا بنا لیا، اُن کی موت کے بعد آنے والوں کے اس فعل میں خود اُن کا کوئی حصہ نہیں، اِس کے برخلاف وہ نام نہاد لوگ جنھوں نے زندگی بھر شرک کی تعلیم دی اور مرنے کے بعد اُن کی قبریں پوجی گئیں، یہ سب..... اور اِن کی قبروں پر تعمیر عمارتیں اور........ ساتھ ہی پوجی گئی ہر چیز خواہ وہ لکڑی اور پتھر کے بت ہوں یا اور کچھ، سبھی آتشِ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

بتایا جارہا ہے کہ انسان کی دنیا اور آخرت میں کام یابی کا انحصار اسی دین کی پیروی اختیار کرنے پر ہے۔ جو لوگ اسے قبول کریں گے وہ آخرت میں کام یاب ہوں گے اور دنیا کے وارث بھی وہی ہوں گے۔

اور زَبُور میں ہم ایمان و عمل کے باب میں عمدہ تلقین کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کا انتظام وانصرام ہم نیکو کار اہلِ ایمان ہی کو سونپیں گے۔اِس میں محمدؐ اور آپؐ کے متبعین کے لیے ایک بڑی خبر ہے، عبادت گزار بندوں کے لیے۔ اے محمدؐ! ہم نے تو آپؐ کو سارے جہاں والوں [سارے انسانوں] کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اپنے مخاطبین کو بتایئے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود تو صرف ایک اللہ ہی ہے، اب بتاؤ............ کیا تم اطاعت اختیار کرتے ہو؟ .... مفہوم آیات ۱۰۵ تا ۱۰۸

سورۃ اپنے بالکل اختتام کو پہنچ گئی ہے، مالک الملک کو اپنے بندے اور رسول ﷺ پر اعتماد واطمینان ہے کہ اس نے بات پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی ہے۔ وہ رسول ﷺ کو سکھا بھی رہا ہے اور منکرین کو ڈرا بھی رہا ہے اور اہلِ ایمان کو بھی مطلع کر رہا ہے کہ خبردار! دعوت دین کی راہوں میں مخالفین و منکرین کو سمجھاتے سمجھاتے ایک ایسا لمحہ بھی آجاتا ہے جب داعی کے لبوں کی جنبش کا مالک الملک انتظار کرتا ہے، پھر جو اُس کے ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے وہ تاریخ بن جاتی ہے۔

اب اگر یہ لوگ بات نہ سُنیں اور منہ پھیریں تو کہہ دو کہ میں نے تو یکساں طور پر تم سب کو [سرداروں کو بھی اور عام آدمیوں کو بھی] خبردار کر دیا ہے۔ اب میں یہ نہیں جانتا کہ عذاب اور قیامت کے دن کا جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دُور۔ اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو زور سے کہی جاتی ہیں اور وہ باتیں [گھناؤنے مذاق اور سازشیں] بھی جو تم چھُپا کر کرتے ہو۔ میں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ عذاب کا نہ آنا اور تمھیں دعوتِ حق پر غور وفکر کے لیے وقت ملنا شاید تمھارے لیے ایک آزمایش ہے اور تمھیں ایک وقتِ خاص تک کے لیے چَر چُگ لینے کا موقع ہے۔ انجام کار رسُولؐ نے دعا کی، اے میرے مالک! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے، اور اے انکاری لوگو، اُن باتوں [اعتراضات، استہزا اور سازشوں] کے مقابلہ میں جو تم بناتے ہو ہمارا رب رحمٰن ہی مددگار ہے ....

.... مفہوم آیات ۱۰۹ تا ۱۱۲

☆☆☆☆☆

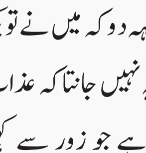

آٹھواں سالِ نبوت

[آغاز محرم سے اختتام ذوالحجہ]

شق القمر کا سال

• آٹھواں سالِ نبوت: ۱۹ ستمبر ۶۱۶ء سے ۷ ستمبر ۶۱۷ء تک		
۷۰واں باب: اور چاند شق ہو گیا	۳۳۵	
۷۱واں باب: انبیاء کو جھٹلانے کا انجام	۳۴۹	سُوْرَۃُ الْقَمَر
۷۲واں باب: ناکام مقاطعہ کے روبرو تیز کیے کی مہم	۳۶۳	سُوْرَۃُ الْفُرْقَان

شق القمر ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے یعنی سن آٹھ نبوی کا واقعہ ہے۔ روایت کرنے والوں نے منٰی کے میدان میں چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ چودھویں کی شب تھی چودھویں کا چاند، ماہِ کامل بس ابھی طلوع ہی ہوا تھا کہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یکایک وہ پھٹ کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا [کسی دھماکے یا ارتعاش کا کسی روایت میں ذکر نہیں ہے] اور سر کی آنکھوں نے بالکل واضح طور پر لمحے بھر کے لیے اُس کا ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف دیکھا۔ پہلے دونوں ٹکڑے جدا ہو کر ایک دوسرے سے دور ہوئے اور پھر دوبارہ باہم جڑ گئے۔ نبی ﷺ اس وقت منٰی میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے لوگوں سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو! منکرین نے کہا کہ محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا تھا اس لیے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ منکرین نے قیامت کی اتنی بڑی نشانی دیکھنے کے باوجود قیامت کی آمد کا انکار کرتے رہے، وہ یہی ضد کرتے رہے کہ آسمان، سورج اور چاند کا فنا ہونا ممکن نہیں ہے اور ہو بھی تو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کیوں کر؟ اللہ تعالیٰ نے چاند کو ایک نوع کی فنا اور پھر زندگی بخشی مگر وہ ایمان نہ لائے! سورۃ القمر کے علاوہ اس سال سُوْرَۃُ الْفُرْقَان بھی نازل ہوئی جو منکرین کے قرآن، رسالت اور آخرت پر اعتراضات کے جوابات کے ساتھ رحمٰن کے پسندیدہ بندوں کا ایک نقشہ کھینچتی ہے، جو مومنین کے لیے ایک ماڈل اور کفار کے لیے اسلام پر عمل کرنے والے نبی ﷺ کے رفقا کی ایک تصویر مہیا کرتی اور اُنھیں ایمان کی طرف مائل کرتی ہے۔

سن ۶۱۶ء کا جولین کیلنڈر [شق القمر کے واقعہ کا سال]

	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	
جنوری			1 ۵	2 ۶	3 ۷	4 ۸	5 ۹	6 ۱۰	7 ۱۱	8 ۱۲	9 ۱۳	10 ۱۴	11 ۱۵	12 ۱۶	13 ۱۷	14 ۱۸	15 ۱۹	16 ۲۰	17 ۲۱	18 ۲۲	19 ۲۳	20 ۲۴	21 ۲۵	22 ۲۶	23 ۲۷	24 ۲۸	25 ۲۹	26 جمادیٰ	27 ۲	28 ۳	29 ۴	30 ۵	31 ۶					ربیع۲
فروری						1 ۷	2 ۸	3 ۹	4 ۱۰	5 ۱۱	6 ۱۲	7 ۱۳	8 ۱۴	9 ۱۵	10 ۱۶	11 ۱۷	12 ۱۸	13 ۱۹	14 ۲۰	15 ۲۱	16 ۲۲	17 ۲۳	18 ۲۴	19 ۲۵	20 ۲۶	21 ۲۷	22 ۲۸	23 ۲۹	24 ۳۰	25 جمادیٰ	26 ۲	27 ۳	28 ۴	29 ۵				جمادی۱
مارچ							1 ۶	2 ۷	3 ۸	4 ۹	5 ۱۰	6 ۱۱	7 ۱۲	8 ۱۳	9 ۱۴	10 ۱۵	11 ۱۶	12 ۱۷	13 ۱۸	14 ۱۹	15 ۲۰	16 ۲۱	17 ۲۲	18 ۲۳	19 ۲۴	20 ۲۵	21 ۲۶	22 ۲۷	23 ۲۸	24 ۲۹	25 رجب	26 ۲	27 ۳	28 ۴	29 ۵	30 ۶	31 ۷	جمادی۲
اپریل			1 ۸	2 ۹	3 ۱۰	4 ۱۱	5 ۱۲	6 ۱۳	7 ۱۴	8 ۱۵	9 ۱۶	10 ۱۷	11 ۱۸	12 ۱۹	13 ۲۰	14 ۲۱	15 ۲۲	16 ۲۳	17 ۲۴	18 ۲۵	19 ۲۶	20 ۲۷	21 ۲۸	22 ۲۹	23 ۳۰	24 شعبان	25 ۲	26 ۳	27 ۴	28 ۵	29 ۶	30 ۷						رجب
مئی					1 ۸	2 ۹	3 ۱۰	4 ۱۱	5 ۱۲	6 ۱۳	7 ۱۴	8 ۱۵	9 ۱۶	10 ۱۷	11 ۱۸	12 ۱۹	13 ۲۰	14 ۲۱	15 ۲۲	16 ۲۳	17 ۲۴	18 ۲۵	19 ۲۶	20 ۲۷	21 ۲۸	22 ۲۹	23 رمضان	24 ۲	25 ۳	26 ۴	27 ۵	28 ۶	29 ۷	30 ۸	31 ۹			شعبان
جون	1 ۱۰	2 ۱۱	3 ۱۲	4 ۱۳	5 ۱۴	6 ۱۵	7 ۱۶	8 ۱۷	9 ۱۸	10 ۱۹	11 ۲۰	12 ۲۱	13 ۲۲	14 ۲۳	15 ۲۴	16 ۲۵	17 ۲۶	18 ۲۷	19 ۲۸	20 ۲۹	21 ۳۰	22 شوال	23 ۲	24 ۳	25 ۴	26 ۵	27 ۶	28 ۷	29 ۸	30 ۹								رمضان
جولائی			1 ۱۰	2 ۱۱	3 ۱۲	4 ۱۳	5 ۱۴	6 ۱۵	7 ۱۶	8 ۱۷	9 ۱۸	10 ۱۹	11 ۲۰	12 ۲۱	13 ۲۲	14 ۲۳	15 ۲۴	16 ۲۵	17 ۲۶	18 ۲۷	19 ۲۸	20 ۲۹	21 ذوالقعدہ	22 ۲	23 ۳	24 ۴	25 ۵	26 ۶	27 ۷	28 ۸	29 ۹	30 ۱۰	31 ۱۱					شوال
اگست						1 ۱۲	2 ۱۳	3 ۱۴	4 ۱۵	5 ۱۶	6 ۱۷	7 ۱۸	8 ۱۹	9 ۲۰	10 ۲۱	11 ۲۲	12 ۲۳	13 ۲۴	14 ۲۵	15 ۲۶	16 ۲۷	17 ۲۸	18 ۲۹	19 ۳۰	20 ذی الحج	21 ۲	22 ۳	23 ۴	24 ۵	25 ۶	26 ۷	27 ۸	28 ۹	29 ۱۰	30 ۱۱	31 ۱۲		ذوالقعدہ
ستمبر		1 ۱۳	2 ۱۴	3 ۱۵	4 ۱۶	5 ۱۷	6 ۱۸	7 ۱۹	8 ۲۰	9 ۲۱	10 ۲۲	11 ۲۳	12 ۲۴	13 ۲۵	14 ۲۶	15 ۲۷	16 ۲۸	17 ۲۹	18 ۳۰	19 محرم	20 ۲	21 ۳	22 ۴	23 ۵	24 ۶	25 ۷	26 ۸	27 ۹	28 ۱۰	29 ۱۱	30 ۱۲							ذی الحج
اکتوبر				1 ۱۳	2 ۱۴	3 ۱۵	4 ۱۶	5 ۱۷	6 ۱۸	7 ۱۹	8 ۲۰	9 ۲۱	10 ۲۲	11 ۲۳	12 ۲۴	13 ۲۵	14 ۲۶	15 ۲۷	16 ۲۸	17 ۲۹	18 صفر	19 ۲	20 ۳	21 ۴	22 ۵	23 ۶	24 ۷	25 ۸	26 ۹	27 ۱۰	28 ۱۱	29 ۱۲	30 ۱۳	31 ۱۴				محرم
نومبر							1 ۱۵	2 ۱۶	3 ۱۷	4 ۱۸	5 ۱۹	6 ۲۰	7 ۲۱	8 ۲۲	9 ۲۳	10 ۲۴	11 ۲۵	12 ۲۶	13 ۲۷	14 ۲۸	15 ۲۹	16 ۳۰	17 ربیع۱	18 ۲	19 ۳	20 ۴	21 ۵	22 ۶	23 ۷	24 ۸	25 ۹	26 ۱۰	27 ۱۱	28 ۱۲	29 ۱۳	30 ۱۴		صفر
دسمبر		1 ۱۵	2 ۱۶	3 ۱۷	4 ۱۸	5 ۱۹	6 ۲۰	7 ۲۱	8 ۲۲	9 ۲۳	10 ۲۴	11 ۲۵	12 ۲۶	13 ۲۷	14 ۲۸	15 ۲۹	16 ۳۰	17 ربیع۲	18 ۲	19 ۳	20 ۴	21 ۵	22 ۶	23 ۷	24 ۸	25 ۹	26 ۱۰	27 ۱۱	28 ۱۲	29 ۱۳	30 ۱۴	31 ۱۵						ربیع۱

اوپر آپ سن ۶۱۶ء کا جولین کیلنڈر دیکھ رہے ہیں۔ ہر سطر ایک ماہ کی نمائندہ ہے۔ یوں بارہ سطروں میں جنوری تا دسمبر بارہ مہینوں کی جولین تواریخ، آپ انگلش میں تحریر ہندسوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ ہر خانے میں نیچے کی جانب قمری تاریخیں اردو ہندسوں میں دی گئی ہیں۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ والے خانے میں مہینے کا نام درج ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ۱۹ ستمبر کو محرّم کی پہلی تاریخ تھی، یہ نبوت کے آٹھویں سال کا نقطہ آغاز ہے۔ اس سے قبل [پہلے اور اوپر سطور میں] تمام ماہ و ایّام ساتویں سالِ نبوت کے ہیں۔ ۳۱ دسمبر کو آٹھویں سالِ نبوت کی ۱۵ ربیع الثانی تھی۔ اس سال کے باقی ایّام اور مہینے آپ سن ۶۱۷ء کے جولین کیلنڈر میں صفحہ ۳۴۴ پر دیکھ سکتے ہیں۔ اسی سال کسی شب میں جب ماہِ کامل تھا [چودھویں کا چاند تھا]، شق القمر کی نشانی ظاہر ہوئی۔